The Holy Spirit In
Qur'an & Bible

Rev. C. J. Miller & Sheikh Iskander Abdul Mashi

By Kind Permission of the C.L.S

Approved by C.L.M.C

ازروئے قرآن و بائبل

مصنفہ

علامہ سی جے ملر و شیخ اسکندر عبد المسیح صاحبان

کرسچن لٹریچر سوسائٹی کی اجازت سے

پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی۔ انار کلی۔ لاہور

۱۹۲۴

روح القدس

ازروئے قرآن وبائبل

www.muhammadanism.org
Urdu
May 15, 2008

فہرستِ مضامین ۔ روح القدس ازروئے قرآن وبائبل

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱
ستورہ قرآن کی شان نزول کا تعلق اس مضمون سے ہے	۷
فصل اول ۔ روح القدس اورجبرئیل	۱۰
فصل دوم۔روح القدس اورانسان	۱۸
فصل سوم۔ روح القدس اورالہام	۲۳
فصل چہارم۔ روح القدس اورعیسیٰ	۴۰
فصل پنجم۔روح القدس کے بارے میں بائبل کی تعلیم	۴۷

روح القدس ازروئے قرآن وبائبل

دیباچہ

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّن الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً (ترجمہ) تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں توان سے کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے اورتم لوگوں کو صرف تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۷)

جنہوں نے قرآن پڑھا ہے اُن کو یادہوگا کہ یہ سارے انسانوں کےلئے نورہدایت ہونے کا مدعی ہے۔اورنیز اس امر کاکہ جو علم آدمیوں کیلئے ضروری ہے وہ سب اس میں پایا جاتاہے ۔ چنانچہ ایک آیت میں یہ لکھاہے کہ "ہم نے اپنی کتابوں میں کسی بات کی کسر نہیں رکھی"۔ اس لئے ایماندار بادی النظر میں یہ ماننے لگ جاتاہے کہ انسانی روح کی تشفی کےلئے جوکچھ درکارہے وہ سب قرآن میں مندرج ہے۔توبھی مسلم مفسرین نے حضرت محمد کے زمانے سے لے کرآج تک اس دعویٰ کو پرکھنے کی جرات نہیں کی اورنہ اس امر کی تحقیق

کی کوشش کی یاتوشائد اس خوف سے کہ کہیں یہ دعوٰی بے بنیاد نہ نکلے یا محض ناعاقبات اندیشی سے چونکہ اس مضمون کے متعلق وہ اسلامی قیاسات کے دائرے سے کبھی باہر قدم نہیں مارتے اس لئے پوری صداقت کی دریافت میں وہ کبھی ترقی نہیں کرتے۔

اب اس امر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن میں بعض ایسے مضامین پائے جاتے ہیں جن کا بہت سرسری ذکر ہے اورجوسمجھ میں نہیں آتے۔

ان میں سے اکثروں کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ مضامین دیگر چشموں سے لاپروائی کے ساتھ لے لئے گئے اوراس بات کا کچھ لحاظ نہ کیا گیا کہ اصلی مصنف کا حقیقی منشا کیا تھا اورنہ اُس کے مقصد کو ٹھیک طورسے سمجھا۔لائق سے لائق مفسرین کو ان متشابہ آیات کی تفسیر کرنے میں لاینحل مشکلات پیش آئیں کیونکہ وہ خود اُن دیگر عقائد کی اصطلاحات سے ناواقف تھے جن سے اُنکی تشریح ہوسکتی تھی۔ اُنہوں نے اسلامی ذرائع سے باہر اُن کے معنی دریافت کرنے کی کوشش نہ کی۔یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت محمد نے ارادتاً ان مضامین کو اس لئے داخل کیا ہوکہ ان باتوں سے اُن پر گہرا اثرکیا تھا۔لیکن اُن کے حقیقی معنی خوداُن کومعلوم نہ تھے اورمفسرین نے بھی نادانستہ اس اصلی مشکل کوزیادہ بڑھادیا

اس کی ایک مثال قرآن میں روح کا مسئلہ ہے۔یہ لفظ تولاکلام اُن یہودیوں یا مسیحیوں سے لیاہوگا جوعہدعتیق اورعہدجدید کے ذریعے سے اس لفظ سے آشنا تھے۔لیکن اس کا مطلب سمجھے بغیرلفظ لے لیا گیا۔بائبل میں تواس مضمون کا بہت ذکر پایا جاتاہے کیونکہ وہاں یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔لیکن قرآن ن جوان سے بہت پیچھے تیارہوا اس مسئلہ کو بہت مشکل اورمبہم بنادیا۔شائد ان الفاظ کو پڑھ کر مسلمان صاحبان تعجب کریں لیکن جب ہم اس مضمون کی پوری تشریح کردیں گے تواس کا مطلب اُن کی سمجھ میں آجائے گا اور وہ اپنی رائے بدل ڈالیں گے۔اس لئے ہماری اُن سے یہ درخواست ہے کہ جوثبوت اس کتاب میں دئے گئے ہیں اُن پر توجہ کئے بغیراس کوپھینک نہ دیں گے۔

اس لئے جوآیات روح کے بارے میں آئی ہیں ہم اُن کو نقل کریں گے اورمسلمان مفسرین نے جواُن کی تفسیریں کی

ہیں وہ بھی مندرج کریں گے جس سے ظاہر ہوجائے گا کہ حضرت محمداور مفسرینِ قرآن اس کی ٹھیک تشریح نہ کرسکتے تھے۔ اس امر سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اُن کے خیالات وتصورات میں کچھ پریشانی تھی۔ چونکہ خدا نے ہم کو بائبل میں روح کا صاف تصوردیا ہے اس لئے ہمارا یہ حق ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اسی طرح مخاطب ہوں جیسے مقدس پولوس اہل آتھینی سے مخاطب ہوا تھا۔" اے آتھینی والو! میں دیکھتاہوں کہ تم ہر بات میں دیوتاؤں کے بڑے ماننے والے ہو۔چنانچہ میں نے سیر کرتے اورتمہارے معبودوں پر غورکرتے وقت ایک ایسی قربان گاہ بھی پائی جس پر لکھا تھا کہ نامعلوم خدا کےلئے۔ پس جس کو تم بغیر معلوم کئے پوجتے ہو۔ میں تم کو اُسی کی خبر دیتاہوں"(اعمال ۱۷: ۲۳)۔اسی طرح ہم یہ کہیں گے کہ "اے مسلمان صاحبان روح کا مسئلہ جسےتم نہ معلوم سمجھتے ہو عین وہی مسئلہ ہے جسے ہم آپ کو معلوم کرایا چاہتے ہیں"۔

قرآن کی تقریباً بیس آیتوں میں یہ لفظ روح آیا ہے اوران میں سے ہرآیت کی تفسیر میں مفسرین کو حیرت کا منہ دیکھنا پڑا جیساکہ ہم آگے چل کربیان کرینگے۔اس مضمون کے متعلق ان ساری آیتوں میں اُنہوں نے کئی ایک مختلف تشریحیں پیش کی ہیں ۔ اسی ایک امر سے ظاہر ہے کہ اصلی معنوں کے بارے میں وہ کس قدرشبہ میں تھے۔

ہم یہ کہنے کے توہرگز مجازنہیں کہ حضرت محمد کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ روح کو مختلف معنوں میں استعمال کرتے ۔یایہ کہ قرآن میں ایسا پایا نہیں جاتا۔مسیحی مقدس نوشتوں میں لفظ روح ہمیشہ نہ تو انسانی روح کےلئے آیا ہے اورنہ روح القدس کے معنی ہیں۔لیکن سیاق عبارت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ وہاں اُس سے کیا مُراد ہے۔

مگرقرآن کی تفسیروں میں اس امر کی کوشش نہیں کی گئی کہ اس کے معنی صاف کردئے جائیں اورپھر بتایا جائے کہ اُس قرینے میں کون سے معنی ٹھیک چسپاں ہونگے۔ خاص کر لفظ روح القدس کے استعمال کے بارے میں یہ قابل غور ہے تویہ بالکل عیاں ہے کہ یہ لفظ نئے عہدنامے سے لیا گیا توبھی اس کا کچھ پتا نہیں لگتا کہ مخلوق روح سے یہ کوئی متفرق وجود

تھا۔اورنہ اس امر کا کہ اصلی عبارت میں یہ لفظ خود خدا کے لئے مستعمل تھا۔

اس کی ایک عمدہ مثال سورہ بقرہ آیت ۸۱ جس کا یہ ترجمہ ہے" اورمریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے کھلے کھلے معجزے عطا فرمائے اورروح القدس سے اُن کی تائید کی" تفسیر بیضاوی میں اس لفظ روح القدس کے چار مختلف معنی دئے ہیں(۱) فرشتہ جبرئیل (۲) یسوع کی روح(۳) یسوع کی انجیل (۴) وہ اسم اعظم جس کے وسیلے یسوع مردوں کو جلایا کرتے تھے۔

ناظرین بآسانی معلوم کرلینگے کہ بیضاوی صاحب کو خود معلوم نہ تھا کہ اس کے ٹھیک معنی کیا ہیں اوراس کی یہ وجہ تھی کہ انہوں نے اسلامی چشموں کے باہر کسی دوسرے چشمے سے مدد لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے یہ حیرانگی حاصل ہوئی کہ اس آیت کے ٹھیک معنی کیا ہونگے۔آیا حضرت محمد کو اس لفظ" روح القدس" کے ٹھیک معنی معلوم تھے یانہیں۔ البتہ اُن میں ایسا ایما پایا جاتا ہے کہ اُن کو معلوم نہ تھے۔

اس آیت کی جو تفسیر الطبری نے کی وہ اوربھی حیر افزا ہے ۔(دیکھو جلد تیس صفحہ ۱۳)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بانی روح کی اہمیت کے بارے میں بتدریج زیادہ زیادہ آگاہ ہوتے گئے۔لیکن اُنہوں نے یہ معلوم کیا کہ اس میں کوئی بیرون ازقیاس سرتھا۔اس لئے جب لوگوں نے اس کی نسبت سوال کیا تواُنہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ" میرے پروردگار کا ایک حکم ہے" (سورہ بنی اسرائیل ۸۷)۔ہم اب اسی سرکو کشف کرنا چاہتے ہیں۔

بیضاوی نے سورہ الحجر (آیت ۲۹) اورسورہ السجدہ آیت ۸)کی تفسیر کرتے وقت یہ ظاہرکردیا کہ خدائے قادر مطلق کی نسبت جوتعلیم اسلام میں پائی جاتی ہےاُس کو اس تعلیم سے تطبیق دینا محال ہے کہ خدا کا کوئی رشتہ اُس کی مخلوق کے ساتھ ہو(نیز دیکھو رازی جلد پنجم صفحہ ۴۴۷)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیضاوی اوررازی اس مضمون کے متعلق مادی اورروحانی پہلوؤں کے درمیان امتیازنہ کرسکے اورایسے امتیاز کے بغیر ان دوباتوں کو تطبیق دینا محال تھا کہ خدا آدم کو زمین کی مٹی سے پیدا کرے اوراپنی روح اُس میں

پھونکے یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ مسلمان مفسرین ان اسلامی تنگ آرائے کے حلقے سے جس قدرباہر نکل کرقدم مارتے ہیں اُسی قدرزیادہ وہ صداقت کے قریب آجاتے ہیں۔

مگر یہ تو عجیب بات ہے کہ بانئے اسلام کو خودیہ تحقیق معلوم نہ تھاکہ سیدنا عیسیٰ خود روح تھا یااُسے روح کےذریعے سے قوت دی گئی تھی۔اوراس سے بھی بڑھ کر یہ تعجب ہے کہ قرآن کے مفسرین کویہ پتا نہ لگایا کہ آیا خودیہ روح مادی تھا یا روحانی۔

اس کے علاوہ یہ نہایت قابل غوروعیاں امر ہے کہ قرآن میں سیدنا عیسیٰ کا گہرا تعلق اس روح کے ساتھ پایا جاتاہے ۔ اس امرواحد ہی سے مسیح کا درجہ باقی سارے انبیا سے اعلیٰ ٹھیرتاہے اورمسیح کی ذات کے بارے میں جومسیحی تصورہے اُس کے بہت قریب جاپہنچتے ہیں۔

سورتوں کی شان نزول کا تعلق اس مضمون سے

ہم یہ امر مسلمہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب اُن کے نزول کے مطابق مقررہوچکی ہے۔ اس ترتیب کے ذریعہ ہم کو حضرت محمد کے تصورات وخیالات کے نشوونما پرغورکرنے میں مددملتی ہے اور خاص مضمون زیربحث کے مطالعے میں وہ روح کا ذکر جن سورتوں میں ہوا ہے اُن کی ترتیب نزول کو ہم مفصلہ ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱۔) وہ آیات جن میں لفظ روح کو عموماً فرشتوں سے منسوب کیا اورخاص کرجبرئیل سے ۔

(۲۔) جن آیات میں روح کو خلقت سے اورخاص کر انسان سے منسوب کیا ہے۔

(۳۔) جن آیات میں روح کو عموماً الہام یا وحی سے منسوب کیا۔

(۴۔) جن آیات میں روح کو عموماً سیدنامسیح سےمنسوب کیا۔

سورہ	ترتیب (راڈویل صاحب)
سورہ القدر(۴)	۲۱
سورہ النباد(۳۸)	۳۷
سورہ المعارج(۴)	۴۷
سورہ الشعرا(۱۹۳)	۵۶

سورہ	نمبر
سورہ انحل (۱۰۵)	۷۳
۲۔ سورہ الحجر (۲۹)	۵۷
سورہ السجدہ (۸)	۷۰
سورہ السعد (۲۷)	۵۹
۳۔ سورہ النحل (۲)	۷۳
سورہ بنی اسرائیل (۸۷)	٦۷
سورہ المومن (۱۵)	۷۸
سورہ الشوریٰ (۵۲)	۸۳
سورہ المجادلہ (۲۲)	۱۰٦
۴۔ سورہ البقر (۸۱، ۲۵۴)	۹۱
سورہ النساء (۱٦۸)	۱۰۰
سورہ المائدہ (۱۰۹)	۱۱۴
سورہ الانبیاء (۹۱)	٦۵
سورہ التحریم (۱۲)	۱۰۹

یہ بہت مفید ہے کہ ہم ان آیات کو ایسی ترتیب سے جمع کرسکتے ہیں اورجن حصوں میں ہم نے کئے اُن کو تقسیم کیا ہے وہ اکثر علماء کی رائے کے مطابق سورتوں کی ترتیب نزول ہے ۔ ان دونوں امور واقعی سے صاف طورپرظاہر ہوگاکہ حسب وقت حضرت محمد کے دل میں اس مضمون نے کیسے نشوونما حاصل کیا۔

اُنہوں نے اس مضمون کو زیادہ اہمیت دی لیکن وضاحت کے ساتھ نہیں ۔ اس لئے وہ اپنے تابعین سے اگرزیادہ سے زیادہ کچھ کہہ سکتے تھے تویہ کہہ سکتے تھے :

" وہ تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے پروردگارکا ایک حکم ہے۔ اورتم لوگوں کو بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیاہے"(سورہ بنی اسرائیل ۸۷)۔

ہمارا منشا یہ ہے کہ ان چار حصوں کو ہم سلسلہ وارلیں اوراُس حصے کی جن آیات میں روح کا ذکرہواُن کو نقل کریں اورمفسروں نے جوتفسیریں اُن مقامات کی کی ہیں اُن کو پیش کریں۔ ہر حصے کے آخرمیں ہم اپنی تشریح بھی درج کریں گے۔اورپانچویں فصل میں ہم مسلمان احباب کی خاطر اس مضمون کے متعلق توریت اورانجیل کی تعلیم کا بیان کریں گے۔

فصل اوّل

روح اورجبرئیل

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ

(ترجمہ)اس رات ہرایک انتظام کیلئے فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے اُترتے ہیں۔(سورہ القدر۴)۔

"اس آیت کی تفسیر بیضاوی نے یوں کی ہے"۔

اس آیت میں اس امر کی تشریح ہے کہ شب قدرکوایک ہزارمہینوں پرکیوں فوق دیا۔ اورکیوں فرشتے اورروح سب سے نچلے آسمان پریا زمین پراُترے تاکہ وہ ایمان داروں کے زیادہ قریب ہوجائیں"۔جلالین نے اس روح کو جبریل فرشتہ سمجھا۔ اوراس تفسیرمیں زمحشری کا بھی اُس سے اتفاق ہے کیونکہ اس نے لکھاہے کہ اس آیت میں روح سے جبرئیل یا فرشتوں کا گروہ مراد ہے جوعام فرشتوں کو سوائے شب قدر کے کبھی دکھائی نہیں دیتے۔ الطبری نے یہ بیان کیاکہ مفسرین کو اس آیت کے ٹھیک معنی معلوم نہیں ۔ اکثروں کی یہ رائے ہے کہ شب قدرکو جوروح فرشتوں کے ساتھ اُترتا ہے وہ جبریل ہے۔(دیکھو بیضاوی ۔ جلالین جلد دوم صفحہ ۳۷۸۔ کشاف جلددوم صفحہ ۵۵۵۔طبری ۳۰۔ ۱۴۴)۔

یہ واضح ہوگیاکہ متاخرین مفسر اس آیت میں روح سے جبرئیل فرشتہ مراد لیتے ہیں غالباًاس وجہ سے کہ یہ تشریح سب سے آسان ہے اوران کی مشکل کو حل کردیتی ہے۔

(ب) يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا۔

ترجمہ۔ جب روح اورفرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے کسی کے منہ سے بات تونکلنے ہی کی نہیں مگرجس کورحمان اجازت دے اوروہ بات بھی معقول کہے(سورہ النبا ۳۸)۔

اس کی تفسیرمیں بیضاوی یوں رقم طرازہے۔

"الروح وہ فرشتہ ہے جس کے سپردخدا نے روحوں کا انتظام کیاہے۔اس سے مراد جبریل بھی ہوسکتا ہے یافرشتوں سے کوئی بزرگ تروجود۔ جلالین نے یہ بیان کیاکہ اس لفظ سے یہاں یا تو جبریل مراد ہے یاآسمانی لشکر۔ زمحشری کی تفسیر اس مقام میں تقریباًبیضاوی سے مشابہ ہے۔چنانچہ اُس نے یہ لکھا کہ الروح فرشتوں سے کوئی بزرگ تراورمعززتروجود ہے

جو اُن سب سے زیادہ کا مقرب ہے ۔ یاکوئی ایسا بزرگ فرشتہ ہے جس سے بڑھ کر خدا نے سوائے اپنے عرش کے اورکسی کو خلق نہیں کیا۔ یااس سے کوئی ایسا فرشتہ مراد نہیں جوخوراک کھاتاہو۔یا اس سے خود جبرائیل مراد ہے۔

نیشا پوری کا یہ بیان ہے۔

" الروح درجہ میں سب سے اعلیٰ مخلوق ہے اورلفظ صفاً مجموعی طورپر یہاں استعمال ہوا اوراس لئے اس سے ایسا درجہ مراد ہوسکتا ہے جس میں الروح اورفرشتے سب کے سب شامل ہوں"۔

الطبری نے اس آیت میں لفظ الروح کے مختلف معنی دئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "بعض یہ مانتے ہیں کہ الروح سے اس آیت میں کوئی ایسا وجود مراد ہے جودرجے میں فرشتوں سے بہت اعلیٰ وافضل تھا۔ مسعود سے روایت ہے کہ الروح چوتھے آسمان میں ایک فرشتہ ہے جوآسمانی سارے لشکروں سے بزرگ تر ہے ۔ اورآسمان کے سارے پہاڑوں اورفرشتوں سے اعلیٰ ہے۔ وہ ہر روزبارہ ہزاردفعہ خدا کی تسبیح کرتا ہے اوراُس کے ہر کلمہ تسبیح میں سے خدا ایسے فرشتوں کو پیدا کرتا ہے جوبڑھتے بڑھتے فرشتوں کی صف بن جاتا ہے۔ (اس مشکل کو حل کرنے کی یہی ایک فلسفانہ کوشش ہے)۔

ابن عباس سے روایت ہے" خلقت میں الروح سارے فرشتوں سے اعلیٰ اور افضل ہے" اوربعض یہ کہتے ہیں"وہ جبرئیل ہے" اورالضحاک کا بیان ہے " الروح جبرئیل ہے" الشعبی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں" خدا کی خلقت کا یہ مخلوق انسانی صورت میں ہے" مجاہد نے یہ بھی بیان کیا کہ " روحیں انسانی صورت کی مخلوق ہیں۔ وہ کھاتی اورپیتی ہیں۔ اُن کے ہاتھ پاؤں اور سربھی ہیں۔ وہ خوراک کھاتی ہیں اس لئے وہ فرشتے نہیں" ابن خلدون نے یہ کہا" روحیں انسانوں سے مشابہ ہیں۔ لیکن وہ انسان نہیں" بعضوں کی یہ رائے ہے۔ " روحیں آدمی ہیں "سعید ابن قتادیٰ نے لکھا ہے" جس دن روحیں کھڑی ہوں گی۔ یعنی بنی انسان" اورامام حسن برادرامام حسین سے روایت ہے اورسعید ابن قتادیٰ نے اس کا ذکرکیا ہے کہ ابن عباس نے یہ روایت چھپالی روایت ہے کہ ابن عباس نے بھی یہ کہا" جس دن روحیں کھڑی ہونگی" یعنی جس روزآدمیوں کی روحیں فرشتوں کے

ساتھ اُس عرصے میں کھڑی ہوں گی جوروحوں کے بدنوں کے ساتھ کھڑے ہونے سے پیشتر دوصوروں کے پھونکے جانے کے مابین ہوگا۔ بعضوں کی یہ رائے ہے کہ" الروح قرآن ہے"۔

پھر اس نے اپنی تشریح پیش کی اوریہ کہا!" الروح خدا کی مخلوقات میں سے ایک ہے اورمذکورہ بالا بیانات میں سے کوئی ایک مراد لی جاسکتی ہے"۔ (دیکھوبیضاوی جلد دوم صفحہ ۳۵۷ کشاف جلد دوم صفحہ ۵۲۰۔نیشاپوری سیم جلد صفحہ ۲۔طبری کے حاشیہ کو اورطبری جلد سیم صفحہ ۱۳، ۱۴کو)۔

(ج۔) فرشتے اورروح اُس کی طرف چڑھتے ہیں(سورہ المعارج صفحہ ۷۰۔ ۴)

بیضاوی نے اس آیت کی یہ تفسیر کی " روح سے یہاں جبرئیل مراد ہے۔ اس کا ذکر علیحدہ اس لئے ہوا کیونکہ وہ دیگر فرشتوں پر فوق رکھتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس لفظ سے ایسا مخلوق مراد ہو جوفرشتوں سے اعلیٰ واشرف ہو۔

جلالین نے بھی الروح سے یہاں جبرئیل ہی مراد لی اورالکشاف نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے یہ ایزاد کیا" جبرئیل کا ذکر الگ اس لئے کیا گیا کیونکہ وہ اپنی عظمت میں خاص طورسے ممتاز تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں الروح سے فرشتوں کا موکل مراد ہے۔ جیسے فرشتے آدمیوں کے موکل ہیں ویسے الروح فرشتوں کاموکل ہے"۔ الطبری نے صاف طور سے یہ کہہ دیا کہ اس آیت میں الروح سے جبرئیل مراد ہے۔ نیشاپوری نے یہ رقم کیاکہ" الروح سے اعلیٰ درجے کا فرشتہ مراد ہے۔ خدا کے نورکی شعاع پہلے اُس کو پہنچتی ہے پھر وہاں سے وہ ادنیٰ درجے کے فرشتوں میں تقسیم ہوتی ہے انسان" روحوں کی سیڑھی" کے نیچے کے زینے پر ہیں۔ اس سیڑھی کی چوٹی اور زیرین زینو ں کے مابین دیگر زینے یا فرشتوں کی روحوں اورآسمانی لشکروں کے مختلف درجے ہیں جوصرف خدا ہی کو معلوم ہیں"(دیکھو بیضاوی ۔جلالین جلد دوم صفحہ ۳۳۶۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۴۳۸۔ نیشا پوری طبری کے حاشئے میں جلد ۲۹۔صفحہ ۴۲۔ اورطبری جلد ۲۹۔صفحہ ۳۹)۔

(د) "کچھ شک نہیں کہ یہ پروردگارعالم کا اتارا ہوا ہے اس کو روح الامین نے سلیس عربی زبان میں تمہارے دل پر القا کیا"(سورہ الشعرا آیت ۱۹۲۔ ۱۹۳)۔

اس آیت کی تفسیر بیضاوی نے یہ کی: روح الامین جبرئیل فرشتہ ہے کیونکہ وحی دینے کیلئے یہی امین فرشتہ ہے"۔

جلالین نے صرف اتنا لکھا ہے" روح الامین جبرئیل ہے" کشاف میں اس لفظ کے حقیقی معنی پر کوئی تفسیر نہیں" (دیکھو بیضاوی جلالین جلد دوم صفحہ ۱۱۲۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۱۳۴)۔

(۵)" حق تو یہ ہے کہ اس کو تمہارے پروردگار کی طرف سے روح القدس لے کرآئے ہیں"۔

بیضاوی نے اس آیت کی نسبت یہ لکھا کہ" روح القدس جبرئیل ہے۔ اوروہ قدس یعنی پاک کہلایا"۔

جلالین اورکشاف دونوں میں یہ جبرئیل بیان ہوا۔

بیضاوی اورجلالین کا پھر اس امر میں اتفاق ہے کہ لفظ روح سے جبرئیل مراد ہے۔ کشاف نے روح القدس کی صرفی ترکیب کا ذکر کیا (بیضاوی جلد اول صفحہ ۳ جلالین اورکشاف جلد اول صفحہ ۵۳۷)۔

اس آیت میں پہلی دفعہ یہ نام روح القدس آیا ہے جوبائبل کا خاص محاورہ ہے ۔ مفسروں نے اس نام میں کوئی خصوصیت نہیں دیکھی ۔ بیضاوی نے صرف اتنا کہا کہ لفظ قدس کے بڑھانے سے اُسکی پاکیزگی کوظاہر کیا۔ اس نام کے ٹھیک معنی یہ ہیں۔" قدوسیت کا روح" جس کی نسبت کشاف نے بیان کیا کہ اس زور کے باعث یہ نام روح القدس ہوگیا۔

فصل اوّل پر چند خیال

مذکورہ بالا تفاسیر سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ متاخرین مفسر بیضاوی جلالین اورکشاف کا اتفاق رائے اس پر ہے کہ الروح سے جبرئیل مراد ہے۔ غالباً اس وجہ سے اُنہوں نے یہ معنی پسند کئے کیونکہ اس سے وہ بہت تکلیف اوربحث سے بچ جاتے ہیں۔ مگر طبری نے اس سے کچھ زیادہ تفسیر کی۔ اوراُس نے ایک معنی کے بجائے کئی ایک معنی بتائے ہیں اوراُس نے اپنے دستور کے موافق ہرمعنی کی تائید میں کسی نہ کسی حدیث کو پیش کیاہے اورحضرت محمد کے صحابہ اوراُن کے بیٹوں کے اقوال سے اقتباسات دئے ہیں۔ اس امر کا یہ قطعی ثبوت ہے کہ حضرت محمد اوراُن کے اصحاب کو لفظ الروح کے ٹھیک معنی معلوم نہ تھے۔ اوریہ صداقت کے خلاف نہ ہوگا۔ اگرہم یہ کہیں کہ اُن کے غوروفکر کی غایت صرف یہاں

تک ہی پہنچی کہ الروح ایک الگ ہستی تھی جودرجے میں سارے فرشتوں سے اشرف اوعلیٰ تھی۔ اورایسی مخلوق تھی جوخدا کے مکاشفے کو آدمیوں تک پہنچادے۔ مذکورہ بالا آیات میں الروح کوجوذکر آیا اُس کی نسبت مفسروں کو یہ کہنا زیادہ آسان معلوم ہوا کہ اُ س سے جبرئیل مرادلیں یاکوئی دوسرا فرشتہ ۔ لیکن خواہ وہ کچھ ہی کہیں یہ امر توچھپ نہیں سکتا کہ اُن کی تشریحیں نہ صرف ناقص ہیں بلکہ بحیثیت مجموعی باطل ہیں۔ اُن کی یہ مشکل اوربھی بڑھ جاتی اوریہ مسئلہ اوربھی پیچیدہ ہوجاتاہے۔ اس لئے ہم مسلمان صاحبان سے یہ درخواست کرتے ہیں اوریہ جائز درخواست ہے کہ وہ ہمیں اس لفظ الروح کی ٹھیک تشریح بتائیں کہ کن مختلف معنوں میں یہ لفظ قرآن میں مستعمل ہواہے۔ اورجب تک اس امر میں وہ ہماری تشفی نہ کریں تب تک ہم یہی مانیں گے کہ نہ تو حضرت محمد کو الروح کے معنی معلوم تھے نہ اُن کے پیروؤں کو"۔

فصل دوم

روح اورانسان

(۱۔) "جب میں اس کو پورا بناچکوں اوراُس میں اپنی روح پھونک دوں"(سورہ الحجر۲۹)۔

اس آیت کی تفسیر بیضاوی میں یوں آئی ہے: میں نے اپنی روح اُس میں پھونک دی حتیٰ کہ وہ اُس کے بدن کے اعضا میں سرایت کرگئی اوروہ زندہ ہوگیا۔ چونکہ روح کا حصر اپنی ہستی کےلئے ہوئی نجارپر ہے جودل سے نکلتا ہے اورزندہ طاقت حاصل کرنے کے بعد اعصاب میں سرایت کرجاتا ہے خدا نے اس کا تعلق بدن کے ساتھ سانس کے وسیلے سے قائم کردیا"۔

جلالین میں یہ تفسیر پائی جاتی ہے : اُس میں اپنی روح پھونک دوں" کے یہ معنی ہیں کہ " میں ایسا کروں گا کہ میری روح آدمی کے بدن میں سرایت کرجائے تاکہ وہ زندہ مخلوق ہوجائے۔رُوح کے ساتھ اُس کا تعلق آدم کےلئے عزت کاباعث تھا"۔

کشاف میں اس سے مختلف تشریح ملتی ہے۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے" فی الحقیقت کوئی سانس پھونکنا نہ تھا اورنہ کوئی شے کسی میں پھونکی گئی یہ سارا جملہ ایک طرح کااستعارہ ہے جس میں بیان کیا گیا کہ انسان میں زندگی کس طرح پیدا ہوئی (بیضاوی ۔جلالین جلد اول صفحہ ۳۷۶۔ اورکشاف جلد اول صفحہ ۵۱۵)۔

(۲۔) " اوراُس میں اپنی روح پھونکی" سورہ السجدہ ۸)۔

بیضاوی کہتا ہے: اُس نے اُس کو اپنے ساتھ رشتہ دیا اوربطور عزت وامتیاز کے۔ ایسا کرنے سے خدا نے یہ ظاہر کردیا کہ انسان ایک عجیب مخلوق تھا اورکسی نہ کسی طرح خدائے تعالیٰ کے ساتھ اُس کا رشتہ تھا۔ جواپنے تئیں جانتا ہے وہ اپنے خداوند کو جانتا ہے"۔

جلالین نے یہ تحریر کیا!" اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ انسان محض ایک بے نظام مادہ تھا۔ لیکن خدا نے اُسے زندگی عطا کی اوراُسے ذی فہم اورذی عقل بنادیا"۔

کشاف نے یہ بیان کیا" روح کا الہٰی ذات کے ساتھ رشتہ ہونے کے ذریعہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان ایک عجیب مخلوق ہے جس کے وجود کوخدا کے سوائے کوئی ادراک نہیں کرسکتا۔کیونکہ یہ لکھا ہے کہ وہ تجھ سے روح کے بارے میں سوال کریں گے تو کہہ دے کہ روح میرے خداوند کی بات ہے" (بیضاوی جلالین جلددوم۔ صفحہ ۱۵۷۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۴۱۹)۔

(۳۔) " جب میں اُس کو پورا کرلوں اوراپنی روح اُس میں پھونک دوں" (سورہ ص ۷۲)۔

اس آیت پر بیضاوی نے یہ لکھا" اُس سے مراد یہ ہے کہ میں اُس میں روح پھونک کر اُس میں زندگی ڈال دوں گا۔۔۔ وغیرہ اس جملے" اپنی روح " سے آدمی کا معززدرجہ اورپاکیزگی ظاہر کی گئی "۔

جلالین میں یہ تفسیرآئی ہے" اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب میں اپنی روح کو بھیجوں گا کہ اُس میں سرایت کرجائے تاکہ وہ زندہ ہوجائے۔ یہ امر کہ یہ روح خداکا روح ہے ۔آدم کے لئے عزت وفخر ہے۔ روح توایک لطیف مادہ ہے جس کے ذریعہ سے آدمی زندہ رہتا ہے۔

کشاف نے یہ رقم کیاکہ ان الفاظ سے کہ" میں نے اپنی روح اُس میں پھونک دی" یہ مراد ہے کہ آدمی میں اُس نے زندگی ڈالی اوراُسے صاحب احساس متنفس مخلوق بنادیا" (بیضاوی جلالین جلددوم صفحہ ۲۱۱۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۲۸۹)۔

فصل دوم پرچند خیالات

یہ جملہ آیات خاص کر قابل لحاظ ہیں اوران سے لفظ الروح کے دوسرے معنی میں استعمال کا پتا لگتاہے۔ ان جملوں کے عین الفاظ ہی بلاشک یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بائبل سے لئے گئے ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ قرآن سے صدیوں پیشترومروج تھے۔لیکن جیسے پہلی قسم کی آیات میں روح القدس کو بلاسمجھے استعمال کیا ویسے ہی ان آیات میں لفظ روح کے معنی سمجھے بغیراُسکو استعمال کیا اورانسان کی خلقت کے ساتھ روح کا جوتعلق تھا اُس کی جوتشریحیں ان تفاسیرمیں پائی جاتی ہیں اُن سے یہ صاف ظاہرہے کہ خدا کے ساتھ انسان کے روحانی رشتے کے متعلق گہری صداقت تھی اُسے بھی اُنہوں نے نہیں سمجھا۔بائبل میں یہ لکھا ہے کہ " خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا اوراُس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا سوآدم جیتی جان ہوا" (پیدائش ۲: ۷)۔ اورپھریوحنا ۳: ٦ میں آیاہے " جوجسم سے پیدا ہواہے جسم ہے اورجو روح سے پیدا ہواہے روح ہے" مادی اورروحانی دونوں کا صاف خیال حضرت محمد کے دل میں پایا نہیں جاتا۔ نفس اورروح کے درمیان جوامتیازہے اُس کا یاتوخیال ہی نہیں گزرا اوریااُس کو نظر اندازکردیا جس سے انسان کی مرکب ذات کا ادراک ناممکن ہوگیا۔

ان آیات کی تشریح کرتے وقت مفسروں نےجبرئیل کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ لاکلام یہاں روح سے نہ جبرئیل مراد ہوسکتی تھی نہ کوئی دوسرا فرشتہ ۔ پھر اس لفظ سے کیا مراد ہوگی؟ اورکیوں خدا نے اس خاص طریقے سے روح کو اپنے سے منسوب کیا؟ اس کے جوجواب دئے گئے وہ نہایت کمزور اورناتسلی بخش ہیں۔ اُن میں تو صرف طبعی اورمادی سانس ہی کا ذکر ہے گویا خدا کو یہ ضرورت پڑی کہ اس معاملے میں اس خاص طورسے اس کو اپنا کہے!

یہ قابل لحاظ ہے کہ بیضاوی کا علم طبعیات کے بارہ میں ویسا ہی ہے جیساکہ روحانی صداقتوں کے بارے میں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ روح ایک لطیف بخار ہے جوآدمی کے اعصاب میں خون کی طرح ساری ہے اوراسی وجہ سے آدمی جیتا رہتا ہے۔ اگراُس کا یہ بیان صحیح ہوتا توہم یہ بھی ماننے پر تیارہوتے کہ خدا نے اپنا روح حیوانات اورنباتات میں بھی پھونکا کیونکہ وہ بھی زندہ رہتے ہیں۔

یہ حیرت انگیزسوالات ہیں۔ جیسے دنیا میں ایک قفل حیرت انگیز شے ہے۔ جب غلط کنجیوں سے اُس کوکھولنے کی کوشش کی جائے۔ اگرچہ کنجیوں کا بڑا گچھا بھی استعمال میں لائیں۔ لیکن درست کنجی سے اس کو کھولو تووہ آسانی سے کھل جائے گا۔ اب اس زیربحث سوال میں جوکلید روح کے مسئلے کے متعلق مسیحی پیش کرتے ہیں۔ وہ صحیح کلید ہے"

لیکن ہم خاص طورسے ناظرین کی توجہ بیضاوی کے ان قابل لحاظ الفاظ کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں کہ خدا نے اپنا روح انسان میں پھونکنے سے اُس کو اپنے ساتھ رشتہ دیا اوراس طرح سے ظاہر کردیا کہ وہ خلقت کا سہ تاج تھا اورخدا تعالیٰ سے خاص رشتہ رکھتا تھا ۔ پس جو کوئی اپنے آپ کو جان لیتا ہے وہ اپنے رب کو جان لیتا ہے۔ شائد یہ لفظ کسی صوفی نے لکھے ہوں ۔ پھر بھی سنی مفسروں کے خیالات کے لحاظ سے وہ کچھ قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں اورمسیحیت کی طرف دورتک لے جاتے ہیں ۔ کیونکہ مسیحیت کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر خلق کیا اوریہی وہ رشتہ تھا جس کی طرف بیضاوی نے اشارہ کیا تھا) اورکہ خدا انسان کے دل میں سکونت کرسکتا تھا۔ اورکہ انسان کا خدا کے ساتھ ایک ایسا گہرا رشتہ تھاکہ خدا کے ازلی کلام نے جوفی الذات خدا ہے آدمی میں بسنے اورجسم انسانی کو قبول کرنے سے نفرنہ کی۔ پس جب بیضاوی نے مذکورہ بالا تفسیر کی تواُس نے ایسے الفاظ استعمال کئے جواُس کے علم کی رسائی سے بھی پرے تھے۔

فصل سوم
روح اورالہام

(۱۔) وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو بالروح (وحی دے کر) اپنے بندوں میں سے جس طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے (سورہ النحل آیت ۲)۔

اس پر بیضاوی نے یہ لکھا:" روح سے یہ یہاں مراد مکاشفہ یا قرآن ہے جس کے وسیلے سے مُردہ روحیں جہالت کی حالت سے بیدار کی جاتی ہیں یا دین سے اُس کو وہی نسبت ہے جوروح کو بدن سے ہے" (بیضاوی جلد اول صفحہ ۳۸۱۔ کشاف جلد اول صفحہ ۵۲۱)۔

جلالین میں یہ آیاہے" جوفرشتوں کو بھیجتاہے وہ جبرئیل ہے اورروح الہام یامکاشفہ ہے"۔

الکشاف میں یوں مندرج ہیں" یہاں روح وہ ہے جو مکاشفہ کے ذریعے مردہ دلوں کو جلاتی ہے اوردین کے ساتھ اُسکا وہی تعلق ہے جوروح کا بدن کے ساتھ ہے"۔

(۲۔) وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے"(سورہ بنی اسرائیل ۲۷)۔

بیضاوی نے اس کی یہ تصفیہ کی!" وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھیں گے جس کے وسیلے آدمی جیتے اوراپنے مقاصد پورے کرتے ہیں تو کہہ کہ روح میرے پروردگار کاایک حکم ہے یعنی یہ کہ وہ اس ابتدائی ذات سے مخلوق ہوئی جواس حکم کنُ کے ذریعے سے ہست ہوگئی تھی۔ یہ ذات مادہ کے غیر تھی۔ اورنہ اس کا کوئی مادہ چشمہ تھا جیسے کہ بدن کے اعضا کا ہوتاہے۔ پس سوال یہ رہاکہ آیا یہ ازلی ہے یا مخلوق (نہ کہ اس کی حقیقت کیاہے) کیونکہ بعضوں کی یہ رائے ہے کہ یہ اُن امورمیں سے ہے جن کا علم خدا نے صرف اپنے لئےء ہی محفوظ رکھاہے۔ یہودیوں نے اہل قریش کو یہ پٹی پڑھائی کہ وہ حضرت محمد سے تین سوال پوچھیں ۔ ایک اصحاب کہف کے بارے میں۔ایک سکندراعظم ذوالقرنین کے متعلق اورایک روح کے بارے میں۔ اگراُنہو ں نے ان سوالوں کا جواب دے دیا یااُن میں سے کسی کا بھی جواب نہ

دیا تووہ محض نبی نہ ٹھیرے گا (کیونکہ وہ تو اس امر کا مدعی ہوگیا کہ اُسے اُن سب امورات کا علم حاصل ہے جوخدا ہی سے مخصوص ہے)۔اگراُس نے پہلے دوسوالوں کا جوب دے دیا اورتیسرے کے بارے میں خاموش رہا تب وہ نبی ٹھیرے گا۔اس لئے ان سے دوقصے بیان کردئیے اورروح کے بارے میں کوئی واضح جواب نہ دیا۔ اوریہ توریت میں بھی واضح طور سے بیان نہیں ہوا۔ بعضوں کی رائے ہے کہ یہاں روح سے مراد جبرئیل ہے یا فرشتوں سے کوئی اشرف مخلوق ۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے اوراس جملے" میرے پروردگارکا ایک حکم" سے الہام مراد ہے"۔

جلالین میں یہ بیان ہے" وہ یعنی یہودی تجھ سے روح کے بارے میں پوچھینگے جس کے ذریعے سے کہ بدن زندہ رہتاہے۔ تو تونے اُنکو یہ جواب دینا" روح وہ شے ہے جو میرے پروردگارسے صادرہوتی ہے۔ یعنی اُس کے عرفان سے اوریہ تم کوحاصل نہیں اورتم کو تو صرف تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے بمقابلہ خداتعالیٰ کے علم کے"۔

الکشاف میں یہ لکھا ہے: " ظن غالب یہ ہے کہ روح سے وہ شے مراد ہے جوحیوانات میں پائی جاتی ہے ۔ جس کی حقیقت کے بارے میں اُنہوں نے اُس سے سوال کیا اوراُس نے اُنہیں یہ جواب دیاکہ یہ معاملہ خدا سے علاقہ رکھتا ہے۔اس کا علم صرف خدا ہی کو حاصل ہے اورابن ابوبریدہ سے روایت ہے" کہ حضرت بنی نے وفات پائی اوراُن کو یہ علم حاصل نہ ہوا کہ روح کیاہے"بعض عالم یہ بھی کہتے ہیں کہ روح ایک مقتدر روحانی مخلوق ہے جوفرشتوں سے اشرف ہے۔ بعض اُس سے جبرائیل مراد لیتےہیں اور بعض قرآن اس جملے " میرے پروردگارکا ایک حکم" سے اُس کا (خداکا) مکاشفہ مراد ہے اوراس کی زبان آدمیوں کی زبان نہیں"۔

یہودیوں نے قریش کو یہ ترغیب دی کہ تین سوالوں کے ذریعے وہ حضرت محمد کا امتحان لیں۔ اصحاب کہف اسکندراعظم اور روح کے بارے میں ۔اگرحضرت محمد نے تینوں سوالوں کا جواب دے دیا یا اُن کا جواب دینے سے انکار کردیا وہ نبی نہ ٹھہریں گے لیکن اگراُنہوں نے پہلے دوسوالوں کا جواب دے دیا اورتیسرے کے بارے میں وہ خاموش رہے تو

وہ فی الحقیقت نبی ٹھہرینگے ۔ اس لئے حضرت محمد نے صرف پہلے دوسوالوں کا جواب دے دیا اورتیسرے کو موہوم سا ہی رہنے دیا جیساکہ بائبل میں تھا۔ اس سے قریش کو افسوس ہوا کہ انہوں نے یہ سوال کیوں پوچھے۔

اب ہم اس آیت پر رازی کی تفسیر سے اقتباس کرینگے۔

اس آیت میں چند امورقابل غورہیں۔ اوّل۔ مفسروں نے اس آیت میں لفظ روح کی کئی تشریحیں کی ہیں۔ اُن میں سے سب سے صحیح یہ ہے کہ" جس کے ذریعے سے زندگی بحال رہتی ہے" کہتے ہیں کہ یہودیوں نے اہل قریش کو ترغیب دی کہ تین سوالوں کے ذریعے حضرت محمد کا امتحان کریں۔ اگروہ ان میں سے دوکاجواب دیں اورتیسرے کے بارے میں خاموش رہیں تو تو وہ فی الحقیقت نبی ہونگے وہ تین سوال یہی تھے۔ اصحاب کہف، اسکندراعظم اورروح کی بابت پس جب اہل قریش نے حضرت محمد سے یہ سوال پوچھے تواُنہوں نے یہ کہا کہ" میں کل جواب دونگا" لیکن اُنہوں نے "انشاء اللہ" نہ کہا تھا۔ اس لئے چالیس دن تک اُن پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اوراس کے بعد جب وہی آئی تواُنہوں نے اصحاب کہف اوراسکندر اعظم کا قصہ بیان کیا لیکن روح کا مضمون مبہم سا چھوڑا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی" وہ تجھ سے روح کی حقیقت کے بارے میں پوچھیں گے " وغیرہ یوں اُنہوں نے ظاہر کیا کہ انسانی عقل کیسی محدود تھی اوراس کی ادراک کی رسائی سے پرے تھا کہ روح کیا ہے۔ خدا نے یہ خوب کہا کہ ہم کو صرف تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے"۔

علماء جرح نے اس آیت پر کئی ایک جرح کی ہیں۔ اوّل یہ کہ الروح عزت وعظمت میں خدا سے بزرگ ترنہیں۔ خواہ اُس کی عظمت کیسی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے خدا کا علم نہ صرف ممکن ہوگیا بلکہ تحصیل کے قابل ۔پھر الروح کا علم حاصل کرنے میں کون سی شے مانع ہوئی ؟ دوم۔ یہودیوں کا یہ نتیجہ نکالنا کہ اگروہ اصحاب کہف یا اسکندراعظم کے بارے میں جواب دیں گے تووہ نبی ہونگے ؟ منطقی نتیجہ نہیں کیونکہ یہ قصے تومحض تاریخی واقعات ہیں اورایسے واقعات کا علم کسی نبیانہ قوت کا ثبوت نہیں۔ پھر برعکس اس کے جو قصہ انہوں نے بیان کیا اگراُس کا وقوع حضرت محمد کے نبی تسلیم کئے جانے سے پیشتر ہوا تھا توسائل اُسے جھوٹا

سمجھتے۔(یعنی ایسے قصوں کا علم نبیانہ طاقت کے ثبوت کےلئے پیش کرنے سے) اوراگر ان کے نبی تسلیم کئے جانے کے بعد اُن وقوع ہوا توتحصیل ماحصل کے لحاظ سے ایسے قصے کا بیان کرنا فضول تھا۔ برعکس اس کے الروح کے بارے میں ان کا جواب نہ دینا دعویٰ ثبوت کے طورپر پیش نہیں ہوسکتا ۔ سوم۔ روح کا مسئلہ ادنیٰ سے ادنیٰ فلاسفر اورچھوٹے سے چھوٹے عالمان الہٰیات کومعلوم ہے اس لئے اگرحضرت محمد کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا تولوگ حقارت اورنفرت کی نگاہ سے اُن کو دیکھنے لگ جاتے ۔ کیونکہ اس قسم کے مسئلہ کی نسبت لاعلمی خواہ کسی شخص کو ہو لوگوں کی نظر حقارت سے بچا نہیں سکتی۔ کجا ایک نبی کو جوفاضلوں کا فاضل اوراعلیٰ سے اعلیٰ سمجھا جاتاہو۔چہارم۔ خدا نے اپی کتاب میں فرمایاکہ " رحمت کے خدا نے تجھے قرآن سکھایا"(سورہ رحمن ۱)۔ " تجھ کو ایسی باتیں سکھادی ہیں جوتجھ کو معلوم نہ تھیں۔اورتجھ پر اللہ کا بڑافضل ہے" (سورہ النساء ۱۱۳)۔ " اے میرے رب میرا علم بڑھا"(سورہ طہ آیت ۱۱۳)۔ زمین کے اندھیروں میں جودانہ ہو اورتروخشک کتاب واضح میں ہیں (سورہ انعام ۵۹)۔ اورحضرت محمد یہ دعا کیا کرتے تھے۔ پھریہ کیسے ٹھیک ہوتاکہ جس شخص کی ایسی حالت ہواورجس کی یہ صفات ہوں وہ یہ کہے کہ " مجھے اس کا علم نہیں" جب کہ یہ سوالات سبھوں کو معلوم تھے؟

بعد ازاں رازی نے ان دلائل کی تردید کی ۔ وہ لکھتا ہے" ہم یہ تسلیم کرلیتے ہیں کہ روح کے بارے میں لوگوں نے حضرت محمد سے سوال کیاہو۔ لیکن یہ کہیں گے کہ اُنہوں نے ان سوالوں کا جوبہتر سے بہترجواب ہوسکتا تھا وہی دیا۔ روح کی نسبت اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے سوچ سکتے ہیں۔ کیا روح مکان گھیرتی ہے ؟ کیا یہ مکان میں محدود ہیں؟کیا مکان گھیرے بغیر یہ وجود رکھ سکتی ہے یامکان میں غیر محدود ہے؟ دوم۔ کیا یہ ازلی ہے یا مخلوق ؟ سوم۔ کیا موت کے بعد روحیں زندہ رہتی ہیں یانیست ہوجاتی ہیں؟ چہارم۔ روحوں کے ثواب وعذاب کی حقیقی حالت کیاہے؟ الغرض روح کے بارے میں جوسوال پیدا ہوتے ہیں وہ بکثرت ہیں۔ لیکن اس جملے میں کہ وہ روح کے بارے میں تجھ سے پوچھینگے " کچھ پایانہیں جاتا کہ اُنہوں نے سارے سوال پوچھے۔ کیونکہ خدا

نے جوجواب دیا" تو کہہ دے کہ روح تیرے رب کا امر ہے" وہ مذکورہ بالا سوالات میں سے صرف دوپر عائد ہوسکتا ہے یعنی روح کی حقیقی ذات اوراُس کی ازلی یا مخلوق ذات پر۔

ان امورمیں سے پہلے کی نسبت اُنہوں نے کہا" روح کی حقیقی ذات کیا ہے؟ کیا انسانی بدن کے اندریہ کوئی مادی شے ہے جوعناصر کی ترکیب سے بنی ہو یا بذاتِ خود مخلوط مرکب شے ہے یایہ کوئی دیگر منظر ہے جواس مرکب سے علاقہ رکھتا ہے۔ یا یہ منظر ان صورتوں اورحوادث سے بالکل مختلف ہے" ان کا جواب خدا نے یہ دیا ہے کہ روح ان بدنوں اور حوادث سے ایک مختلف مخلوق ہے کیونکہ یہ بدن اورحوادث تو بعض عناصر کی ترکیب اوختلاط کا نتیجہ ہیں لیکن روح کا یہ حال نہیں۔ وہ تو شے مفرد اورمطلق ذات ہے جو محض خالق کے اس حکم کنُ فیکن سے وجود میں آگئی ۔ اُس دوسرے سوال کا جواب کہ روح دیگر مادی اجرام اورمناظر سے مختلف ہے خدا نے یہ دیا کہ خدا کے حکم سے ایک خاص مخلوق کے طورپر اس کی ہستی ہے اورکہ اس کی خلقت اورتاثیر مادی اجرام کے فائدے کےلئے ہے تاکہ اُن کو زندگی دے۔ اوریہ امر کہ آدمیوں کو اس کی حقیقی اورخاص سیرت کا علم نہ تھا اس کے انکارکی دلیل نہیں ہوسکتاکیونکہ دنیا میں اکثرت اشیاء کی حقیقت ہم کومعلوم نہیں مثلاً ہم کو یہ علم ہے کہ سکنجبین کی تاثیر یہ ہے کہ صفرا کو دورکرے لیکن اس کی اس صفت وخاص تاثیر کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں ۔ اس سے صاف واضح ہے کہ بہت ایسی اشیاہیں جنکی اصلیت اورحقیقی سیرت کا علم ہم کوحاصل نہیں لیکن اس بنا پر اُن کے وجود کا انکارہم نہیں کرسکتے ۔ یہی حال روح کا ہے اوراس آیت کے یہی معنی ہیں" لیکن اُس کا تھوڑا علم تمہیں دیا گیا ہے"۔

دوم۔ لفظ امر حکم کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ مثلاً فرعون کا امر کچھ راہ کی بات توتھانہیں (سورہ ہود ۹۹)۔ اور"جب ہمارا حکم (امر) پہنچا"(سورہ ہود ۶۱)۔اگریہ درست ہوتو اس جواب سے " تو کہہ دے کہ روح میرے خدا کاحکم ہے" یہ ظاہر ہوگاکہ اُن لوگوں کا سوال روح کی ازلی یا مخلوق ذات کے بارے میں تھا۔ اورجواب یہ کہ تھاکہ روح مخلوق ہے اورخدا کا حکم اورقوت خالقہ سے خلق ہوئی۔پھر

اس آیت کا پچھلا حصہ کہ" تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے" اس بات کا ثبوت ہے کہ روح مخلوق ہے کیونکہ ارواح اپنی ہستی کے پہلے طبقوں میں علم سے معرا ہوتی ہیں لیکن بتدریج اُن کو علم حاصل ہوتا جاتا ہے۔ اورطبقہ بہ طبقہ وہ ناقص حالت سے کامل حالت کی طرف ترقی کرتی جاتی ہیں۔ یہ تبدیلی مخلوق ہونے کا نشان ہے اوریوں اس آیت نے ظاہر کردیا کہ اُنکا سوال روح کی خلقت کےمتعلق تھا اورخدا نے جواب دیا کہ وہ مخلوق ہے اورخدا کی قوت خائقہ کے ذریعہ ہست ہوگئی۔ جواب کے الفاظ کے حقیقی معنی یہی ہیں۔ اورروح کی ذات کے مخلوق ہونے کا مزید ثبوت روح کے بتدریج نشوونما میں پایا جاتا ہے۔ اوراس آیت کے دوسرے حصے کے یہی معنی ہیں۔ اورصرف خدا ہی کو حقیقت کا علم ہے۔

آیت زیربحث کے لئے رازی نے دوسرے مفسروں سے بھی اقتباس کیا جن کے ذکرکرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

(۳۔) " اورعرش کا مالک اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے اختیار(امر) سے روح بھیجتا ہے"سورہ المومن ۱۵)۔

بیضاوی نے اس پر یہ لکھا " روحانی وجودوں پر اپنا اثر ظاہر کرنے کے لئے خدا کے حکم سے اُجازت ملتی ہے اور توحید کے مسلئے کا اقرارکرنے کے بعد یہ الہام اورنبوت کے لئے تیاری ہے۔ روح الہام ہے اور" اپنے اختیار" اُسکی تشریح ہے کیونکہ یا تویہ راستبازی کےلئے حکم ہے یا اُس حکم کا چشمہ ہے جواعلان کرنے والے فرشتے کے ذریعے دیا جاتا ہے"۔

جلالین میں یہ شرح ہے" روح الہام ہے"۔

کشاف میں یہ ہے" خدا کےحکم کے وسیلے روح زندگی کا چشمہ ہے۔ اس الہام سے اُس کی مراد یہ ہے کہ وہ راستبازی کےلئے حکم اورتحریك ہے۔ روح کا ذکر اس آیت میں تشبیہی طورپرآیا ہے۔ جیساکہ سورہ انعام ۱۲۶ میں " کیا مُردے جن کوہم نے جلایا وغیرہ؟ (یعنی اپنی روح کے وسیلے سے) طبری کا تفسیر کا خلاصہ اُس کے اس جملے میں پایا جاتا ہے۔اس آیت میں روح سے مراد خدا کا الہام ہے جواُس کے حکم سے صادرہوتا ہے۔روایت ہے کہ قتادہ نے یہ کہا کہ روح سے اس آیت میں مراد مکاشفہ ہے۔ ضحاك کہتا ہے کہ" یہ " الکتاب " ہے ابن وہاب سے ابن زید نے یہ روایت کی کہ روح قرآن ہے

جسے خدا نے جبرائیل پر منکشف کیا اورجبرائیل اُسے حضرت محمد کے پاس لے کرآئے۔ کیونکہ یہ لکھا ہے" یوں ہم نے تجھے اپنے حکم سے روح کے ذریعہ وحی بھیجی " جوکتابیں خدا نے اپنے نبیوں پر نازل کیں وہ روح ہیں جواُن کو آگاہی کے لئے بھیجی گئیں۔

روایت ہے کہ السدی نے یہ کہا کہ مذکورہ بالا آیت میں روح سے نبوت مراد ہے۔

نیشا پوری نے یہ لکھا اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے احکام کی بجاآوری کےلئے روحوں کوکام میں لاتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے اُسے بھیجتا ہے[1]۔

۴۔" ہم نے اپنے حکم سے روح کا مکاشفہ دے کر تیرے پاس بھیجا"(سورہ شوریٰ آیت ۵۲)۔

بیضاوی نے یہ شرح" خدا نے الہام کو روح اس لئے کہا کیونکہ اس کے ذریعہ دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ بعضوں کا خیال ہےکہ اس مقام میں روح سے جبرئیل مراد ہے۔ اُس صورت میں اس آیت کے یہ معنی ہونگے" ہم نے اس کو تیری طرف الہام دے کر بھیجا ہے" بہر حال روح سے خواہ الہام مراد ہو یا کتاب یا ایمان خدا نے اُسے نورٹھہرایا جس کے وسیلے سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے " ۔

جلالین میں یہ لکھا ہے " روح سے یہاں قرآن مراد ہے جس کے وسیلے دلوں کو زندگی حاصل ہوتی ہے"۔

کشاف میں یہ مرقوم ہے " روح سے یہاں وہ مراد ہے جومنکشف ہوا، کیونکہ دین میں انسان کو زندگی اسی سے ملتی ہے جیسے بدن کو روح کے وسیلے سے "۔

طبری میں یہ مندرج ہے" اس آیت کے یہ معنی ہیں" اے محمد ہم نے قرآن کے ساتھ وحی دی جیسے ہم نے اپنے ساری نبیوں کو۔ روح کے وسیلے ۔ یعنی اپنے حکم سے الہام اوررحمت کے ذریعے"۔اس آیت میں روح کے معنی کی نسبت مفسروں کا اختلاف رائے ہے۔قتادہ نے حسن سے یہ روایت

---

[1] بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۲۳۔ معہ جلالین ۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۳۱۲۔ نیشا پوری طبری جلد ۴ صفحہ ۳۴ کے حاشیہ میں ۔ طبری ۲۴۔ ۳۰۔

اقتباس کی کہ اس سے رحمت مراد ہے۔ حالانکہ السدی کا قول ہے کہ اس سے الہام مراد ہے[1]۔

۵۔ " یہی ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا نقش کردیا ہے اوراپنے روح سے اُن کی مدد کی ہے"(سورہ المجادلہ ۲۲)۔

بیضاوی نے یہ شرح کی " اس آیت میں روح سے دلوں کا نور" قرآن یا دشمنوں پر فتح مراد ہے۔ اسم ضمیر" اپنے " سے ایمان کی طرف اشارہ ہے جودل کی زندگی کا باعث ہے" (یعنی ایمان کی روح کے ساتھ)۔

جلالین میں یہ لکھا ہے" اس آیت میں روح سے نورمنجانب اللہ مراد ہے؛ کشاف میں مندرج ہے" روح سے یہاں مراد فضل ہے جس کے وسیلے سے دلوں کو زندگی ملتی ہے۔لفظ " اپنے" سے ایمان کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ دل کی زندگی ہے"۔

[1] بیضاوی جلد دوم صفحہ ۲۳۴ معہ جلالین ۔ کشاف جلد دوم۔ صفحہ ۳۴۴۔ طبری جلد ۲۵ صفحہ ۲۵

طبری کہتا ہے کہ" اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اُن کو اپنی طرف سے صریح نشان کے وسیلے تقویت دی۔ نوراورہدایت دونوں سے[2]۔

فصل سوم پر چند خیالا ت

اس حصے کی جن آیات میں روح کے خالی معنی ہی دئے گئے ہیں اُن سے فوراً اس علم الہٰیات کا سراغ ملتا ہے جوازہرعلما کے نزدیك ایسی قدروقیمت رکھتا تھا۔ روح سے محض ایك تاثیر مراد لی گئی جوٹھیك طورسے خدا کے ہم معنی ہیں۔

اب مسیحیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ الروح محض خدا کی تاثیر نہیں بلکہ خود خدا ہے۔ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ انسان کے ساتھ الروح کا تعلق ایسا شریہ ہے جسے کسی مسلمان مفسر نے نہیں سمجھا۔ لیکن مسیحی تعلیم کے ذریعہ ہم اس تعلق کو سمجھ سکتے ہیں۔ جہاں تك کہ انسانی عقل خلقت کے ساتھ خدا کے رشتے کوسمجھنے کے قابل ہے۔ گویہ

[2] بیضاوی جلد دوم۔ صفحہ ۳۱۰۔ معہ جلالین کشاف جلد دوم صفحہ ۴۴۴ ۔ طبری جلد ۲۷ صفحہ ۱۸۔

تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ قرآن نے الروح سے جواعلیٰ رتبہ منسوب کیاکہ اس کو ساری مخلوقات سے اشرف اوراعلیٰ ٹھہرایا۔ محمدی مفسرین اس سے الہٰی رتبہ منسوب کرنے سے انکارکرتے ہیں۔ اوروہ اس پر اصرارکرتے ہیں کہ گوروح القدس فرشتوں اورانسانوں سے اعلیٰ واشرف ہے توبھی خدا نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ہستی بہت کچھ اسی پر حصر رکھتی ہے کہ وہ بعض مسیحی تعلیموں کا انکار کرے۔اوراس کے مفسر موہوم وغیرموہوم تشریح پر اڑے رہتے ہیں کہ روح نہ توخدا ہے نہ فرشتہ اورنہ انسان بلکہ محض ایک روحانی وجود ہے۔ دیگر الفاظ میں ہم اسے یہ ماننے پر مجبورہوتے ہیں کہ قدیم آیتینوں کے خدا کی طرح یہ ایک" نامعلوم خدا " ہے۔ رازی کا یہ بیان کہ سورہ بنی اسرائیل ۸۷آیت میں روح سے مراد وہ شے ہے جوآدمی میں ہے غلط ہے۔قریش نے حضرت محمد سے عام طورپر الروح کے بارے میں سوال کیا۔ علاوہ ازیں رازی کا یہ الزام کہ یہودیوں نے سازش کرکے اہل قریش کو تحریک کی کہ وہ حضرت محمد سے اُن کو پریشان کرنے کیلئے الروح۔اصحاب کہف اوراسکندراعظم کے متعلق سوال پوچھیں بے بنیاد ہے۔ ہم دوسروں کی طرح یہ کہتے ہیں کہ وفات تک حضرت محمد کو یہ علم نہ تھا کہ روح فی الحقیقت کیا تھی۔

دیگر مثالوں کی طرح اس مثال میں یہ نظر آتا ہے کہ توحید کے مسئلے میں مبالغہ کرنے سے اسلام کی توحید کی تائید ہونے کی بجائے ایک خدائے ثانی کے وجود کو ماننا پڑتا ہے جوساری صفات الہٰی سے متصف ہو اورانسان اوراس کے خالق کے درمیان درمیانی ہو۔ دیگرالفاظ میں وحدت محض کا خدا اسلام کا اللہ نہیں ہوسکتا۔ ایک ایسا وجود مان لیا گیا جوخدائے ثانی کے درجے تک پہنچتا ہے اوریہ توشرک سے کچھ کم نہیں۔ مسلم اس سے انکارنہیں کرسکتا۔ جب تک کہ وہ قرآن کی بعض آیات کا انکارنہ کرے "مثلاً سورہ مجادلہ آیت ۲۲ " اپنے روح سے اُن کی تائید کی" الہٰی ثالوت کی تعلیم وحدت محض کے لحاظ سے اسلام کی توحید سے بہتر ہے کیونکہ اس کے وسیلے انسان اورخدا کے مابین ایک درمیانی مل جاتا ہے۔ اورچونکہ یہ درمیانی ازلی ہے توضروریہ خود خدا ہوگا جس کی ذات اورحقیقت میں یہ درمیانی شریک ہے۔ پس

ثالوث کا مسئلہ یہ سکھاتا ہے کہ خدا واحد ہے باپ بیٹے اور روح القدس ہیں۔ اہل اسلام اس سے تین الگ الگ خدا نہ سمجھیں۔ وہ ایک خدا ہیں ذات میں اوروجود میں۔

اکثراہل اسلام مشرق جنہوں نے زندگی بھر قرآن کا مطالعہ کیا یہ کہتے ہیں کہ لفظ امر(بمعنی حکم)آرامی لفظ ممرا کی صدا ہے جس سے " خدا کا ابدی ازلی کلمہ" مراد ہے۔ ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ اسلام کے بانی نے یہودیوں سے بعض دینی اصطلاحیں لیں لیکن اُن کا ٹھیک مطلب اُنہوں نے نہیں سمجھا۔مثلاً اُنہوں نے لفظ" حقدش" بمعنی قدوس لیا جسے اُنہوں نے ورقہ کی زبان سےسناہوگا۔اسی طرح لفظ سکینہ (سورہ بقرہ ۲۴۹) " طالوت کے بادشاہ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہارے پروردگار کی تسلی ہے (سکنتہ)۔۔۔۔ اوربچی کھچی چیزیں ہیں[1]۔

ایک مفسر نے سکینہ کے معنی" دل کی تسلی کئے" (دیکھو کاشف القرآن)۔یوں حضرت محمد نے یہودی شکنہ کے معنی کچھ اورہی کے لئے۔ کیونکہ اس لفظ کے معنی توالہٰی نورہیں لیکن عربی لفظ سکینہ کے معنی خاموشی کے ہیں۔

الغرض اہل مشرق نے جونتائج نکالے اُن کا مطالعہ کرنے سے اورجو الفاظ حضرت محمد نے ارامی زبان سے لئے اُن کا مقابلہ کرنے سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ بنی اسلام نے نادانستہ ثالوث کے مسئلہ کو مان لیا کیونکہ اُنہوں نے یہ فرمایاکہ " یہ رب کا امر" ہے جس کے معنی ارامی زبان میں خدا کا ازلی کلام ہے۔ پس یہ تین نام موجود ہیں۔ خداکلمہ،اورالروح اوریہی وہ مسئلہ ثالوث ہے جس کی وجہ سے وہ مسیحیوں کو طعن کیا کرتے ہیں ۔ کیونکہ واضح رہے کہ جس قدر اس آیت میں حضرت محمد نے تسلیم کرلیا اُس سے زیادہ ثالوث میں اورکچھ نہیں یعنی یہ کہ روح خدا کے امر سے ہے یا ازلی کلمہ اورکہ اس کلمہ نے شاگردوں کے پاس روح کے بھیج دینے کا وعدہ کیا کیونکہ انجیل میں لکھا ہے" اگرتم مجھ سے محبت رکھتے ہو تومیرے حکموں پر عمل کروگے اورمیں باپ سے درخواست

---

[1] بعض مفسروں کی رائے ہے کہ اس سے موسیٰ کی جوتیاں اورعصا اورہارون کی پگڑی من کا مرتبان اوران لوحوں کے ٹکڑے جن کوموسیٰ نے توڑ ڈالا تھا۔ اورموسیٰ کے کپڑے مراد ہیں۔یوں اُنہوں نے خدا کے مقدس خیمہ کو موسیٰ اورہارون کا توشہ خانہ بنادیا؟

کرونگا تووہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے پاس رہے ۔ یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونہک نہ اُسے دیکھتی اورنہ جانتی ہے۔ تم اُسے جانتے ہوکیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتاہے اورتمہارے اندر ہوگا"(یوحنا ۱۴: ۱۵سے ۱۷)۔

" لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا توتم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جوکچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اورتمہیں آئندہ کی خبردے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دے گا"۔(یوحنا ۱۶: ۱۳)۔

فصل چہارم

الروح اوریسوع

۱۔ " اورمریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے کھلے معجزے عطا فرمائے اورروح القدس سے اُن کی تائید کی"(سورہ بقرہ ۸۱)۔

بیضاوی نے یہ تفسیر کی" روح القدس سے یہاں مراد جبرئیل ہے۔ بعض مفسروں کی رائے میں یہ یسوع کا روح ہے جوقدس ہے کیونکہ شیطان نے اُسے آلودہ نہیں کیا"(کاش کہ سارے محمدی صاحبان یہ مان لیتے !) اس لئے کہ خدا نے اپنے خاص فضل سے اُسے عزت بخشی یا اس لئے کہ وہ انسانی تخم سے پیدا نہ ہوا تھا[1]"۔ اس آیت میں روح سے مراد انجیل بھی ہوسکتی ہے یا خدا کا اسم اعظم جس کے وسیلے مرُدے زندہ کئے جاتے تھے"۔

---

[1] مخفی نہ رہے کہ حضرت محمد انسانی تخم سے تھے۔

جلالین میں یہ تفسیر ہے" یہاں روح القدس سے جبرئیل مراد ہے۔ جہاں کہیں وہ جاتے تھے جبرئیل بھی جاتے تھے"۔

کشاف میں یہ لکھا ہے:" اس آیت میں الروح قدس کہلایا تاکہ ظاہر ہوکہ خدا اورسیدنا عیسیٰ کے مابین خاص رشتہ تھا اوراسی رشتے کی وجہ سے وہ اعلیٰ عزت کے مستحق تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ روح اس لئے قدس کہلایا کہ جس طریقے سے سیدنا مسیح حمل میں آئے اورپیدا ہوئے وہ پاک ہے[1]۔ یہاں روح سے جبرئیل ،یاانجیل یا خدا کا اسم اعظم بھی مراد ہوسکتی ہے جس کے وسیلے سے وہ مرُدوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

۲۔ " مریم کے بیٹے عیسیٰ بس اللہ کے رسول ہیں اوراس کا کلمہ جو اُس نے مریم کی طرف بھیجا اورروح اُس میں سے " (سورہ نسا ۱۶۸)۔

[1] یہاں عربی لفظ کا ترجمہ کرنا چنداں مناسب نہیں کیونکہ اُس سے انسانی نطفہ اور عورتوں کا ماہواری حیض بھی مراد ہے۔

بیضاوی نے یہ شرح کی : " ایسی روح اُن کو ملی جوخدا سے صادرہوئی اورمعمولی طریقے سے نہ ملی تھی۔ یہ اس لئے روح کہلائی کیونکہ یہ انسانوں کے دلوں کی زندگی کا چشمہ ہے"۔

جلالین نے یہ بیان کیا " ایسی روح حاصل کرنا مراد ہے جس کو اُس نے اپنے سے رشتہ دے کر مسیح کو عزت بخشی لیکن نہ جس طرح سے کہ عیسائی مانتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ ابن خدا ہو۔یا خدا کے علاوہ دوسرا خدا یا تیسرا خدا جوحکمرانی میں خدا کے ساتھ شریک ہو۔ کیونکہ جس میں روح ہے وہ مرکب ہے اورخدا مرکب نہیں اورنہ کسی مرکب شے سے اُس کا رشتہ ہے"۔

کشاف میں یہ تفسیر ہے: یہ لکھا ہے کہ یسوع کو خدا کی روح حاصل تھی یا اُس کی روح میں سے روح کیونکہ صاحب روح اُس وجود کے فعل سے وجود میں نہ آیا جس میں کہ روح ہوجیسے زندہ باپ سے نطفہ پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ خدا نے اُس کو اپنی قدرت مطلقہ سے خاص طورپر پیدا کیا"(بیضاوی جلالین جلد اول صفحہ ۱۸۲۔ کشاف جلد اول صفحہ ۲۴۱)۔

۳۔ " جب کہ ہم نے روح القدس سے تمہاری مد دکی (سورہ مائدہ ۱۰۹)۔

بیضاوی: " اس جملے " روح القدس سے!" کے یہ معنی ہیں جبرئیل سے یا اُن کی باتوں سے جن سے کہ ایمان زندہ ہوتا اورروح ہمیشہ کےلئے گناہ سے پاک ہوکر رہتی ہے"۔

جلالین: روح سے مراد یہاں جبرئیل ہے"۔

کشاف: " اس آیت میں روح سے مراد وہ باتیں ہیں جن کے ذریعے سے ایمان زندہ ہوتا ہے۔ یہ قدس اس لئے کہلائی کیونکہ ہر طرح کے گناہ کے داغ سے پاک صاف ہوجانے کا یہ وسیلہ ہے[1]۔

۴۔ " ہم نے اپنی روح کو اُن کی طرف بھیجا تو وہ آدمی کی شکل بن کر اُن کے روبروآکھڑا ہوا" (سورہ مریم ۱۶)۔

اس آیت کی جو تشریح بیضاوی نے کی ہے وہ ایسی مادیہ اورنفرت انگیز ہے کہ اس کا اقتباس کرنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا۔ اُس نے مریم اورجبرئیل کے خوبصورت قصے کو بگاڑکر ایک آدمی اورعورت کا قصہ بنادیا ہے جواُس عورت کو پھسلانا چاہتا ہے ۔ جس روح یا سانس سے مریم حاملہ ہوئی وہ آدمی کی صورت میں فرشتے کا مادی سانس سے جومریم تک پہنچایا گیا۔ ویسی ہی گندی اورمادی صورت میں اس کے ساتھ انجیل کے بیان کی آسمانی اور غیر ارضی پاکیزگی کے لہجہ کا مقابلہ کرو۔

جلالین میں یہ شرح ہے" روح سے یہاں مراد جبرئیل مراد ہے ۔ کیونکہ ایمان اُس کے اوراُسکے الہام کے وسیلے زندہ رہتا ہے۔ خدا استعارے کے طورپر اُس کو روح کہتا ہے کیونکہ خدا اُسے پیار کرتا اوراُس کو اپنے زیادہ قریب لایا چاہتا ہے جیسے کوئی اپنے محبوب کو اپنی جان یا اپنی روح کہتا ہے[2]۔

۵۔ " ہم نے اُس میں اپنی روح پھونک دی" (سورہ انبیاء ۹۱)۔

بیضاوی کی تفسیر: " روح جوہمارا حکم مطلق یا ہماری روح کی ہدایات سے ہے وہ جبرئیل ہے"۔

جلالین میں لکھا ہے: " یہاں الروح جبرئیل ہے جس نے مریم کےلبادے میں پھونک ماری اوروہ حاملہ ہوگئی"۔

---

[1] جلالین ۔ جلد اول صفحہ ۲۱۰۔ کشاف جلد اول صفحہ ۲۸۱۔

[2] جلالین جلد دوم صفحہ ۲۰۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۴

کشاف نےیہ بیان کیا: یہاں ایک صریح مشعل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ مریم کو اُس وقت زندگی دی گئی تھی۔ اُس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے اُس کے اندر یسوع میں روح پھونک دی۔یعنی ہم نے اُس کے شکم میں یسوع کو زندہ کیا"یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ " میں نے فلاں یا فلاں گھر میں بانسری میں پھونک ماری"۔ اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ جبرئیل کویہ حکم ملا تھاکہ فی الحقیقت اُس میں پھونک مارے۔ کیونکہ اُس نے فی الواقعہ اُس میں پھونک ماری اوراُس کی پھونک اُس کے بدن کے اندرگئی[1]"۔

۶۔" عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا توہم نے اُن کے پیٹ میں اپنی روح پھینک دی"(سورہ تحریم ۱۲)۔

بیضاوی:" خدا نے اُس روح کونیستی سے پیدا کیا۔مریم نے اپنے رب کی باتوں کا یقین کیا۔ یعنی یسوع میں اورانجیل میں"۔

[1] جلالین جلد دوم صفحہ ۵۴۔ کشاف جلد دوم صفحہ ۵۲

جلالین کا بیان ہے۔اس آیت میں روح سے جبرئیل مراد ہے جس نے مریم کے لبادے کی تہ میں پھونک ماری اورخدا کی تجویز کے مطابق وہ حاملہ ہوگئے"۔

کشاف نے صرف صرفی نحوی تفسیر اس آیت کی کی ہے۔ جس کو یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔

فصل چہارم پر چند خیالات

ان آیتوں کو پڑھ کر جن میں سیدنا مسیح کی ذات۔ پیدائش اورزندگی کے متعلق ایسے پرمعنی اورپُراسرار خیالات بیان ہوئے ہیں ہم تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت محمد اورمسلمان علما کو الروح کے حقیقی معنی کا گمان تک نہیں گزرا۔ مسئلہ ثالوث اُن کے لئے ایسا ہوّا بن گیاکہ مسیحی تشریح کے نزدیک آتے بھی اُن کو خوف آتا تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو سیدنا مسیح کےالقاب کے صحیح معنی سمجھ سکے اورنہ اس کی ذات کا معقول اورمناسب بیان کرسکے۔

اسی وجہ سے وہ کوئی ایسی تسلی بخش رائے نہ نکال سکے جس کے ذریعے الروح کے متعلق امور کی تشریح کرسکتے۔اس مشکل سے کنارے رہنے کی غرض سے انہوں نے روح کے

تشبیہی معنی لئے۔ اورطرح طرح کے مختلف قیاس پیش کئے۔ مثلاً کسی نے الروح کو جبرئیل کہا۔ کسی نے اعلیٰ فرشتہ، صدر فرشتہ ، سانس، الہام، نور، ایمان، قرآن ، نبوت ،انجیل ، یسوع ، انسانی وجود ، خالص انسانی ارواح، ایک تاثیر ، فتح، فرشتوں سے کوئی اشرف وجود، خدا کا اسم اعظم سمجھا۔

اس فصل میں قرآن کی تعلیم کی تفسیر نہایت مشہور مفسروں نے جوکی اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ الروح بلاوساطت خدا سے صادر ہوتی ہے اور سوائے خدا کے اورکسی کواس کا ادراک حاصل نہیں۔

۲۔ الروح ایک لاثانی وسیلہ تھا جس سے کنواری مریم حاملہ ہوئی۔

۳۔ الروح نے انجیل میں خدا کے کلام کا الہام دیا۔

۴۔ الروح یسوع کا مددگاریعنی فارقلیط تھا۔

ان آیات کا مجموعی زوراٹل ہے اورہم کو دونتیجے نکالنے پر مجبور کرتی ہیں۔ یاتوہم یہ مانیں کہ ایک لاثانی اورالہٰی رشتہ خدا اورمسیح کے مابین قائم تھا اوروہ رشتہ باقی سارے رشتوں سے کہیں اعلیٰ تھا۔ اوراس رشتے میں روح کا درمیانی رشتہ تھا۔یایہ ماننا پڑے گا کہ خدا اورساری خلقت کے مابین ایک اوراعلیٰ مخلوق تھا جوساری خلقت سے اعلیٰ لیکن خدا سے کم ترتھا۔ اس کے مطابق ہم کویہ ماننا پڑے گا کہ یہ وجود ہمیشہ مسیح کے ساتھ موجود رہتا تھا۔ اُس میں الہٰی صفات تھیں اوروہ یسوع کو تقویت وتسلی دیتا تھا۔ لیکن ان دوقیاسوں میں سے ایک کوبھی مسلمان نہیں مانتے۔پہلا خیال تومسیحی خیال ہے اور دوسرا خیال بدعتی ہے لیکن دونوں خیال اسلام کے مغائرہیں۔

اس مسئلہ کا محض منفی پہلو ہی پیش کرنا درست نہ ہوگا۔ اس لئے اس کا مثبتی پہلو اگلی فصل میں پیش کیا جاتا ہے۔

فصل پنجم

الروح کے بارے میں بائبل کا تعلیم

شاید اہل اسلام یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیں کہ چونکہ الروح کا مسئلہ توریت میں مبہم تھا اس لئے اسلام میں بھی یہ مبہم ہی رکھا گیا۔ اگرمسیحیوں کویسوع کا مکاشفہ نہ ملتا توہم بھی ویسے ہی حیران وپریشان رہتے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ حال نہیں۔ انجیل نے الروح کی ذات اورعہدے کے متعلق ہم کو شک میں نہیں چھوڑا۔

الروح کے متعلق ساری مسیحی تعلیم کا بیان اس چھوٹے رسالے میں نہیں ہوسکتا۔ بہت دوسری کتابوں میں وہ مفصل بیان ہوچکا ہے۔ ہم صرف اتنا بیان کریں گے جس سے کہ اہل اسلام قرآن کی مذکورہ بالاآیات اورمسیحی عقیدےکوکسی قدرسمجھ سکیں۔ جولوگ غور سے بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں وہ یہ معلوم کئے بغیرنہیں رہ سکتے کہ یہ لفظ روح کتنی دفعہ بائبل میں آیا ہے اوروہ یہ بھی معلوم کرے گا کہ گو ہمیشہ وہ ایک ہی معنی میں مستعمل نہیں ہوا لیکن اکثراُس سے خدا کا روح مراد ہے اورکئی جگہ فرشتے اوربعض اوقات تشبیہی طورپر۔ لیکن سیاق عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ وہاں اس کے کیا معنی ہیں۔ لیکن قرآن میں قرینے سے بھی کچھ پتا نہیں لگتا۔ جیساکہ مذکور ہے۔

اس لئے بائبل میں جب یہ لفظ صیغہ واحد میں حرف تعریف کے ساتھ مستعمل ہوا وہاں اُس کے معنی کبھی جبرئیل یاکوئی فرشتہ نہیں۔

لغت کے لحاظ سے عبرانی ،عربی ،یونانی اورلاطینی میں جو لفظ روح کےلئے آئے ہیں اُن کا تعلق سانس یا ہوا سے ہے۔لیکن الٰہی سانس کو ہم مادی نہ سمجھیں۔ انسانی خیال اورزبان کی تنگی کے باعث یہ لفظ جس کے معنی غیر مری لیکن زبردست قوت تھی اس غیرمرئی مجبورکرنے والی دلوں کا حال جاننے والی اورزندہ کرنے والی روح کےلئے مستعمل ہوا۔ یہ توشک نہیں کہ بعض اوقات بائبل کی بعض آیات میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانی زندگی اورحیوانی زندگی خدا کے روح کے پھونکے جانے سے پیدا ہوئی ہیں۔ لیکن کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ خدا کا روح ساری

زندگی کا سرچشمہ ہے خواہ وہ روحانی ہو یا عقلی اور طبعی۔ اوراس لئے کہ انسان نفس اورروح دونوں ہے؟

اہل اسلام سے ہماری یہ درخواست ہے کہ روح کہ تین صفات پر وہ ذرا غورکریں۔ یہ الروح ازلی ہے شخص ہے اوروہ خدا کے ساتھ ایک ہے۔

۱۔ پیدائش کی کتاب پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ الروح ازلی ہے۔ پیدائش ۱: ۱، ۲ میں لکھا ہے" ابتدا میں خدا نے آسمان کو اورزمین کو پیدا کیا۔۔۔اورخدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی"۔ پھر عبرانیوں کے خط میں الروح غیر مخلوق بیان ہوا ہے۔ "تو مسیح کا خون جس نے اپنے آپ کو ازلی روح کے وسیلے خدا کے سامنے بے عیب قربان کردیا۔ تمہارے دلوں کو مردہ کاموں سے کیوں نہ پاک کرے گا تاکہ وہ زندہ خدا کی عبادت کریں"۔(۹: ۱۴)؟ اہل اسلام ومسیحیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خدا ازلی ہے ۔ پس ازلی روح خود خدا ہے۔

۲۔ بائبل کی کئی آیات سے الروح کی شخصیت ثابت ہے مثلاً یسعیاہ ۶۳: ۱۰" اُنہوں نے اُس کے روح قدس کو غمگین کیا۔ اس لئے وہ اُن کا دشمن ہوگیا"۔

افسیوں ۴: ۳۰" خدا کے پاک روح کو رنجیدہ نہ کرو جس سے تم پر مخلصی کے دن کے لئے مہرہوئی"۔

یوحنا ۱۴: ۲۶" مددگار یعنی روح القدس۔۔۔۔ وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا"۔

لوقا ۳: ۲۲" روح القدس جسمانی صورت میں کبوتر کی مانند اُس پر اترا"۔

اعمال ۲: ۴" وہ سب روح القدس سے بھرگئے"۔

اعمال ۱۳: ۲" روح القدس نے کہا کہ میرے لئے برنبا اورشاؤل کو اُس کام کے واسطے مخصوص کرو"۔

اس تشخیص کے بغیر نہ کوئی رنجیدہ ہوسکتا ہے۔ نہ تسلی دے سکتا ہے نہ سکھاسکتا۔ نہ اترُسکتا اورنہ آدمی کے دل کو بھرسکتا اورنہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے لئے فلاں فلاں اشخاص کو الگ کروتاکہ جوکام میں نے اُن کے لئے مقررکیا اُس کو وہ سرانجام دیں۔ فی الحقیقت کتاب مقدس ایسی آیات سے

بھری ہے جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ روح شخص ہے۔ بخوف طوالت زیادہ آیات پیش نہیں کی جاتیں۔

۲۔ الروح کا اورخدا کاایک ہونا۔ مثلاً یہ کہ وہ ہمہ حا حاضر وناظر ہے۔ زبور ۱۳۹: ۷سے ۱۰۔" تیری روح سے میں کدھر جاؤں۔ اورتیری حضوری سے میں کدھر بھاگوں اگرمیں آسمان کے اوپر چڑھ جاؤں توتو وہاں ہے اگرمیں پاتال میں اپنا بستربچھاؤں تودیکھ تووہاں بھی ہے۔ اگرصبح کے پنکھ لے کے میں سمندر کی انتہا میں جارہوں تووہاں بھی تیرا ہاتھ مجھے لے چلے گا۔ دوسرے لفظوں میں یہ الروح ازلی ہما جا حاضر وناظر شخصیت ہے۔ اوریہ قطعی ثبوت ہے کہ یہ شخصیت الہٰی ہے اورخود خدا ہے۔

لیکن یہاں پرہی خاتمہ نہیں بلکہ ایسی آیات بھی ہیں جن سے الروح کی ہمہ دانی ثابت ہوتی ہے۔ مقدس پولوس نے ۱کرنتھیوں ۲: ۷سے ۱۳ میں یہ لکھا" بلکہ ہم پروردگار کی پوشیدہ حکمت راز کے طورپر بیان کرتے ہیں جو پروردگار نے جہان کے شروع سے پیشتر ہماری عظمت کے واسطے مقرر کی تھی۔جسے اس جہان کے سرداروں میں سے کسی نے نہ سمجھا کیونکہ اگر سمجھتے تو عظمت کے مولا کو مصلوب نہ کرتے۔ بلکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہواکہ جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نہ سنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں۔وہ سب پروردگارِعالم نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیارکردیں۔ لیکن ہم پر پروردگار نے ان کو روحِ پاک کے وسیلہ سے ظاہر کیا کیونکہ روحِ پاک سب باتیں بلکہ پروردگار کی تہ کی باتیں بھی دریافت کرلیتا ہے۔کیونکہ انسانوں میں سے کون کسی انسان کی باتیں جانتا ہے سوا انسان کی اپنی روح کے جو اس میں ہے؟ اسی طرح پروردگار کے روح کے سوا کوئی پروردگار کی باتیں نہیں جانتا۔ مگر ہم نے نہ دنیا کی روح بلکہ وہ روح پایا جو پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے تاکہ ان باتوں کو جانیں جو پروردگار نے ہمیں عنائت کی ہیں۔ اورہم ان باتوں کو ان الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسانی حکمت نے ہم کو سکھائے ہوں بلکہ ان الفاظ میں جو روحِ الہٰی نے سکھائے ہیں اور روحانی باتوں کا روحانی باتوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔

اب اس عبارت میں یہ صاف بیان ہے کہ الروح خدا ہے اوراُن میں تشبیہاً انسان کی روح کا ذکر ہے کہ وہ اورانسان

ایک ہے اسی طرح خدا کا روح اورخدا ایک ہی ہیں۔ اس عجیب عبارت کا لب لباب یہی ہے۔

اب باپ بیٹے اورالروح کا ایک ہی خدا ہونا ۔ مسیح کے ان الفاظ سے بھی ثابت ہے" تم جاکر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اوراُنہیں باپ اوربیٹے اورروح القدس کے نام پر بپتسمہ دو" یہاں یہ قابل غور ہے کہ لفظ واحد" نام" آیا ہے نہ " ناموں" جس سے ان تینوں شخصوں کی یگانگت ثابت ہے[1]۔

ہمارے مقصد کے لئے یہ چند آیات کفایت کریں گی تاکہ ظاہر ہوجائے کہ بائبل میں جوصفات روح کی بیان ہوئی ہیں وہی خدا کی بیان ہوئی ہیں۔ خدا کی ایک مزید مشہور صفت کا بھی نئے عہدنامے میں ذکر ہوا اوراُس کا تعلق خاص طور سے الروح کے ساتھ ہے اوراس عہد میں وہ بالخصوص اس کا اپنا ہے۔ کتاب مقدس میں باربارمذکور ہے کہ خدا نے فرشتوں کو بعض اوقات خاص خاص پیغام دے کر بھیجا اوراپنی تجویز کو انسان پر منکشف کیا۔ مگر یہ فرشتے اُن تجاویز میں کچھ دخل نہیں دیتے کیونکہ اُنکی رسالت حکم دینا نہیں بلکہ اطاعت کرنا ہے۔ خدا ہی حکم دیتا ہے ۔ خدا ہی عدالت کرتا ہے۔ خدا ہی تعریف کرتا اورخدا ہی مجرم ٹھہراتا ہے۔ اب انجیل میں یہ مندرج ہے " اوروہ آکر(روح القدس ۔فارقیلط) دنیا کو گناہ اورراستبازی اورعدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا"۔ (یوحنا ۱۶: ۸)۔ گناہ کے بارے میں دنیا کو اس لئے قصوروار ٹھہرائے گا کیونکہ اُنہوں نے نجات دہندہ کو نہیں مانا۔ اورراستبازی کے بارے میں دنیا میں لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے کر آسمان پر تشریف لے گیا اورعدالت کے بارے میں اس لئے کہ شیطان پر فتویٰ دیا گیا لیکن دنیا اب تک اُس کوترک نہیں کرتی۔ لیکن الروح کا دنیا کو قصوروار ٹھیرانا خاص خدا ہی کا حق ہے۔ پس یہ الروح خدا ٹھیرا۔ فرشتے ، انبیاء یا آدمی اس کلام کے زورکو جوسنایا گیا بڑھانہیں سکتے کیونکہ وہ تو صرف خدا کے ایلچی یا اوزارہی ہیں۔ لیکن الروح کی یہ خاص تاثیر ہے۔ تھسلنیکے کے پہلے خط میں پولوس نے یہ لکھا " ہماری خوشخبری تمہارے پاس نہ فقط لفظی طورپر پہنچی بلکہ قدرت اورروح القدس میں"(۱تھسلنیکیوں ۱: ۵)۔ اورپھر ۱پطرس ۱: ۲میں یہ لکھا ہے" خدا باپ کے علم سابق کے

---

[1] اس لئے کہ یہ نجات دہندہ

موافق روح کے پاک کرنے سے " اس سے صاف واضح ہے کہ الروح کی تاثیر کلام کی اشاعت اور لوگوں کے دلوں کو اس کی منادی کرنے کی تحریک دینے میں ظاہر ہوئی ۔ بے چون وچرا یہ کام سوائے خدا کے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔پس نتیجہ یہی نکلا کہ الروح خدا ہے۔ پھر یوحنا ۶: ۶۳ میں یوں مرقوم ہے" زندہ کرنے والی روح ہے" اوررومیوں ۸: ۱۱ میں یہ آیا ہے " اسی کا روح تم میں بسا ہوا ہے جس نے یسوع کو مردہ میں سے جلایا تووہ تمہارے فانی بدنوں کوبھی اُس روح کے وسیلے سے زندہ کرے گا جوتم میں بسا ہوا ہے"پس اس سے ظاہر ہے کہ الروح ہی جلانے والا اورزندگی دینے والا ہے۔ اس لئے وہ خودخدا ہے۔ پھر رومیوں ۵: ۵ میں لکھا ہے" کیونکہ روح القدس جوہم کو بخشا گیا ہےاُس کے وسیلے سے خداکی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی گئی ہے۔ ذرا سوچئے کہ خدا کی محبت آدمیوں کے دل میں خدا کےسوا کون دوسرا ڈال سکتا ہے؟اس سے بھی ثابت ہواکہ الروح خودخدا ہے۔

الاآخر ہم بائبل کی ان آیات کی روشنی اُن چارحصوں پر ڈال سکتے ہیں جن میں کہ ہم نے قرآنکی آیات کو تقسیم کیا تھا۔ اُس وقت اوربھی واضح طور سے ظاہر کرسکیں گے کہ اگرچہ حضرت محمد نے ظاہری لفظ کو تو لےلیا لیکن اُس کی حقیقت کو نظر انداز کردیا۔ اس لئے اہل اسلام کے نزدیک جوکچھ مبہم اورغیر مبہم معلوم ہے وہ مسیحیوں کے نزدیک نوراورجلال کا راستہ ہے۔

ہم نے اوپر ذکر کیا کہ الروح سے کوئی فرشتہ مراد نہیں اس لئے اس غلطی کوہم ترک کرتے ہیں۔

اب ہم مختصر طور سے ان امورپر غورکریں کہ

۱۔ الروح کا تعلق خلقت سے اورخاص کر انسان سے کیا ہے۔

۲۔ الروح کا تعلق الہام سے کیا ہے۔

۳۔ الروح کا تعلق مسیح کے تجسم سے کیا ہے۔

۱۔ قرآن میں صرف اتنا ذکر ہے کہ الروح انسانی زندگی کا چشمہ ہے اوراس کی تشریح بھی وہاں پورے طورسے نہیں ہوئی۔

لیکن الروح کا یہ کام خلقت میں اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اورساری خلقت پر حاوی ہے۔

ہم نے پیدائش ۱: ۱، ۲ میں دیکھ لیاکہ الروح نے اپنی زندگی بخش قدرت سے ابتری میں سے ایک ترتیب پیدا کردی اورخدا کے سانس سے انسان جیتی جان ہوگیا۔ اسی طرح ایوب ۳۳۔ ۴ میں لکھا ہے" خدا کی روح نے مجھ کو بنایا ہے اور قادرمطلق کے دم نے مجھ کو زندگی بخشی ہے" الروح کی الوہیت کا یہ مزید ثبوت قاطع ہے کیونکہ خلقت کا کام اس سے منسوب ہے ٹھیک جس طرح سے کہ کلمہ یا کلام سے اورخود باپ سے منسوب ہوا۔ اور مسئلہ ثالوث کا بھی یہ مزید ثبوت ہے اس لئے خود خدا ہی نے الروح کی صورت میں آدمی کو زندگی عطا کی۔ وہ روحانی زندگی جوانسان کوحیوانات سے ممیز کرتی ہے اورجس کے وسیلے سے انسان کا رشتہ خودخدا سے ہوجاتا ہے۔

۲۔ الروح الہام کا وسیلہ ہے۔ ۲پطرس ۱: ۲۱ " نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب خداکی طرف سے بولتے تھے"۔

اعمال ۱: ۱۶" اس نوشتے کا پورا ہونا ضرور تھا جوروح القدس نے داؤد کی زبانی۔۔۔ کہا تھا"

اعمال ۲۸: ۲۵" روح القدس نے یسعیاہ نبی کی معرفت تمہارے باپ دادوں سے خوب کہا"۔

عبرانیوں ۳: ۷ سے "جس طرح کہ روح القدس فرماتا ہے۔۔۔جہاں تمہارے باپ دادوں نے مجھے آزمایا ۔۔۔اسی لئے میں اس پشت سے ناراض ہوا۔۔۔ میں نے اپنے غضب میں قسم کھائی کہ یہ میرے آرام میں داخل نہ ہونے پائیں گے"۔

یہاں بھی یہی نظرآتا ہے کہ یہ شخص الروح الہٰی اختیار کے ساتھ بولتا اورلوگوں کو تحریک دیتا ہے کہ نبوت اورآگاہی کریں۔ یہی آدمیوں کے دلوں کوسننے کےلئے الہام دیتا ہے تاکہ خدا کی باتوں کو قبول اور تحریر کریں۔یہا ں کوئی ایسی رائے نہیں کہ مشین (کل) کی طرح کوئی پیغام کاٹنا چھانٹا گراموفون کی طرح نازل ہوا بلکہ خودخدا نبیوں کے دلوں اورضمیروں میں آتا ہے اور وہ اُن کے انسانی اورمختلف مزاج وطبع کے وسیلے انسان کو ایک کتاب عطا کرتا ہے جولا ثانی اورالہٰی کتاب ہے گووہ کئی کتابوں کا مجموعہ ہے لیکن وہ مقصد اور روح میں ایک ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ۔ اُس نے نہ صرف خدا

کے کلام کا الہام دیا بلکہ اپنی کلیسیا کے ساتھ ابدآباد رہتا ہے۔ وہ زندہ ترجمان اورہادی ہے۔

یوحنا ۱۴: ۱۶، ۱۷ میں یہ لکھا ہے" میں باپ سے درخواست کرونگا تووہ تمہیں دوسرا مددگاربخشے گاکہ ابدتک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح"۔ اب یہ دعویٰ کہ یہ روح ابدتک ایمانداروں کے ساتھ رہے گا۔ محمدیوں کے اس دعویٰ کی تردید کرتا ہے کہ اس مددگار سے حضرت محمد مراد ہیں۔ کیونکہ ہم سبھوں کو معلوم ہے کہ حضرت محمد نے باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور وہ اپنے پیروؤں کے ساتھ بائیس سال سے زیادہ نہ رہے ۔ لیکن برعکس اس کے یہ الروح ابدتک رہتا ہے اورآدمیوں کے ساتھ اس کا رشتہ ایک فوق العادت اورالہٰی معجزے کے ذریعے اُس کی پچوہری سیرت میں قائم ہوگیا۔(۱۔) شاگردوں نے آسمان سے ایک ایسی آوازسنی جیسے زورکی آندھی کا سناٹا جس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا(۲۔) اوراُنہیں آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہوئی زبانی دکھائی دیں اوراُن میں سے ہرایک پرآٹھہریں (۳۔) وہ سب روح القدس سے بھرگئے اورغیر زبانیں بولنے لگے جن کو اُنہوں نے شائد کسی کو بولتے بھی نہ سنا ہوگا کیونکہ یہ لوگ گلیل کے دیہاتوں سے آئے تھے۔ اور غیر زبانوں سے وہ واقف نہ تھے۔ (۴۔) اورپطرس نے کھڑے ہوکران رسولوں کی حمایت میں سامعین کے سامنے ایک عمدہ وعظ کیا اورغیر معمولی قدرت اوردلیری سے مسیح کی الوہیت کی گواہی دی اگرچہ چند ہفتے پیشتر وہ ایک لونڈی سے ڈرگیا تھا اوربُری طح سے مسیح کا انکارکیاتھا(۵۔) پطرس کا وعظ سن کرتقریباً تین ہزارلوگ ایمان لائے اوراُنہوں نے بپتسمہ پایا۔

روح القدس نے آگ کی زبانوں کا یہ معجزہ اس لئے کیا تاکہ یہ ظاہر کرے کہ مسیحی دین عالمگیر ہوگا اور بائبل ساری قوموں اورقبیلوں کےلئے اخلاقی شرع کی بنیاد ہوگی اور اس لئے ہر زبان میں اس کا ترجمہ کیا جائے گا۔ اسی حکم کی اطاعت کے باعث اب بائبل اوراُس کے حصوں کو آج ہم چارسو سے زیادہ زبانوں اوربولیوں میں پڑھ سکتے ہیں اوراس کا ترجمہ ہوتا رہے گا جب تک کہ آسمان کے تلے ہر بولی میں اس کا ترجمہ نہ ہولے۔

۳۔ تجسم کے ساتھ روح القدس کا یہ رشتہ ہے کہ سیدنا مسیح میں یہ ابدتک بستا ہے۔ اوراُسی کی طرف سے اس کا انعام مسیحی کلیسیا کو ملا ہے۔

متی ۱: ۲۰ " جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے"۔

لوقا ۳: ۲۲" روح القدس جسمانی صورت میں کبوتر کی مانند اُس پر (یسوع) پراُترا"۔

اعمال ۱۰: ۳۸" خدا نے یسوع ناصری کو روح القدس اورقدرت سے کس طرح مسح کیا"۔

لوقا ۴: ۱" یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا"۔

متی ۱۲: ۲۸" اگرمیں خدا کے روح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہت تمہارے پاس آپہنچی"۔

عبرانیوں ۹: ۱۴" جس نے اپنے آپ کو ازلی روح کے وسیلے خدا کے سامنے بے عیب قربان کردیا"۔

۱پطرس ۳: ۱۸" جسم کے اعتبار سے تومارا گیا لیکن روح کے اعتبار سے زندہ کیا گیا"۔

یوحنا ۱۵: ۲۶" جب وہ مددگارآئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح"۔

یوحنا ۲۰: ۲۲" یسوع نے اُن سے کہا ---روح القدس اور"۔

اعمال۲: ۳۸" توبہ کروتم میں سے ہرایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لے توتم روح القدس انعام میں پاؤگے"۔

یہ چند مشہورآیات نمونے کے طورپر ہیں جن میں یسوع مسیح اورروح القدس کے درمیان رشتے کا ذکر آیا ہے۔ لیکن ان کا شماربہت زیادہ ہے اوراُن میں انتخاب کرنا بھی مشکل ہے۔

اس فصل میں جو اقتباسات قرآن سے کئے گئے اگرہم اُن کی طرف توجہ کریں توایسے خالی اورکمزور جوابوں کو دیکھ کر خاص کر سیدنا مسیح کی پیدائش کے احوال ہی ہیں۔ ہمیں تعجب آتا ہے اورالروح کے تقویت دینے کے متعلق توبہت ہی تھوڑے حوالے ہیں اوروہ مبہم سے ۔لیکن نئے عہدنامے میں

سیدنا مسیح اورروح القدس کے درمیانی رشتے کے متعلق بے شماراورمکمل اورمفصل حوالے آئے ہیں۔

روح القدس سے وہ شکم مادر میں آیا۔ بپتسمہ کے وقت اُسی روح کا مسح حاصل کیا۔ اُسی روح کے وسیلے قدرت کے کام کئے۔ اُسی ازلی روح کے وسیلے صلیب پر مرا اپنے تئیں قربانی چڑھایا۔ اُسی روح کے ذریعہ وہ مردوں میں سے زندہ کیا گیا اوراپنی پیدائش سے لے کر اپنے صعود تک وہ روح القدس سے معمور تھا۔ اُسی کے وسیلے سے اوراُسی میں باپ کے ساتھ اُس کی مسلسل شراکت تھی۔ یہاں تک کہ مسیح میں روح کی قدرت کے ساتھ خدا دنیا پر منکشف ہوا۔ یہ ثالوث کا راز ہے ! بیٹے کے تجسم اورروح القدس کے وسیلے جہان کے ساتھ خدا کا وہ رشتہ قائم ہوا جس کےلئے ساری خلقت آرزوسے کراہ رہی اور انتظار کررہی تھی۔ اوراُس وقت تک اس کا کمال نہ ہوگا۔ جب تک آخری نجات یافتہ روح خدا کے خاندان میں شامل نہ ہوجائے ۔ لیکن اس سے ایک اورحیرت انگیز امر بھی ظاہرہوتا ہے ۔ سیدنا مسیح نے باپ کے موعود روح القدس کو نازل کیا جو لوگ اُس پر ایمان لاتے ہیں اُن کو منور زندہ اورپاک کرے۔

یہی روح پنٹی کوسٹ کے پہلے دن سے لے کر دنیا میں مسیح کے کام کو سرانجام دے رہا ہے۔ اوراُن لوگوں کے لئے یہ خاص وعدہ اورمیراث ہے جوانجیل کو قبول کرکے اس پر ایمان لاتے ہیں۔ مسیح کے پیروؤں کے دلوں کواُن سبھوں کی محبت اور ہمدردی سے یہی روح بھردیتا ہے جن کی خاطر مسیح نے جان دی اوریہی روح اُن کو تحریک دیتا ہے کہ دنیا کی فصل جمع کرنے میں وہ محنت کریں۔

اے مسلمان بھائیو! کیاآپ اُس کے پاس نہ آئیں گے ؟ اوراُس کے چیدہ پیرونہ بنیں گے ؟ جس کا کچھ موہوم ساذکر آپ کی کتاب میں آیا ہے ۔ ہم نے پورے اور مفصل طورسے اُس کا بیان کردیا ہے۔ کوئی فرشتہ خواہ کیسا ہی مقتدرکیوں نہ ہو۔نہ کوئی سریہ اورناقابل تلفظ نام ۔ نہ کوئی موہوم تاثیر نہ مادی سانس اس سے مراد ہے۔ بلکہ زندگی کا بخشنے والا اور خداوند ۔ وہی اب آپ کے دلوں میں داخل ہونا چاہتا ہے تاکہ اُن کو منوراورتازہ کرے۔ وہی تم پر ظاہر کرے گاکہ یسوع

تمہارے دل اور روح کی گہری ضرورت کو پورا کرسکتا ہے اوراس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہرایک دینوی چیز سے بڑھ کر تم اُس کی آرزو رکھو۔ وہ تمہیں نہ چھوڑے گا جب تک کہ تم کو مسیح میں کامل کرکے ازلی باپ کے سامنے پیش نہ کرے۔ اورخدا کی حضوری کے بے نقاب نور میں ہستی کے راز کو ادراک کرسکوگے۔

" اور روح اوردلہن کہتی ہیں کہ آ۔ اورجو پیاسا ہو وہ آئے اورجوکوئی چاہے آب حیات مفت لے"۔

اے ناظرین آپ نے سن لیا ہے ۔ پس اس الروح سے کہیں کہ آ۔ اور وہ یقیناً آئے گا اورابد تک بچائے گا اوریسوع مسیح کے وسیلے آپ کوخدا کے پاس پہنچائے گا۔